منشی رام، عبدالواحد کیسے بنا؟

مولانا محمد رمضان یوسف سلفی حفظہ اللہ

مکتبہ قدوسیہ

منشی رام عبدالواحد کیسے بنا؟

مع

نماز مسنون

از قلم

رمضان یوسف سلفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
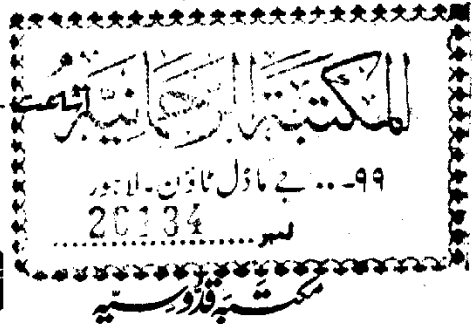
حرفِ اوّل

اسلامی تاریخ ایسے لوگوں کے حالات وواقعات سے بھری پڑی ہے کہ جنھیں اسلام کی سچی دولت پانے کے لیے بے پناہ مصائب و آلام اور اذیتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ انھیں اسلام قبول کرنے کے باعث زدوکوب کیا گیا، صحرا کی گرم ریت پر لٹایا گیا، سلگتے انگاروں پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھے گئے۔ گھر سے نکال دیا گیا، والدین نے قطع تعلق کر لیا، دوست احباب ساتھ چھوڑ گئے، بیوی بچوں کو ان سے جدا کر دیا گیا اور عزیز واقارب نے اسلام دشمنی کی ضد میں آ کر ان مسلمانوں کا دانا پانی بند کر دیا۔

اسلام کے ابتدائی دور کا مطالعہ کرنے سے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عثمان بن عفان، حضرت بلال حبشی، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت سلمان فارسی، حضرت خباب بن ارت، حضرت یاسر، حضرت عمار بن یاسر، حضرت افلح، حضرت سمیہ اور دیگر بہت سے صحابہ وصحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واقعات سے ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ کفار نے ان پاک باز ہستیوں کو اسلام قبول کرنے کے جرم میں نشانہ ستم بنایا۔ خود ہادی عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو کفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے دشمن بن گئے۔ آپ کے ساتھ بڑا ناروا سلوک کیا گیا۔ وادیٔ طائف والوں نے تو حد کر دی اور آپ پر پتھر برسائے۔ لیکن ان سب مظالم کے باوجود نبی علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کرام نے اسلام کی دعوت وتبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا اور آگے چل کر اس کے بہت اچھے اثرات ظاہر ہوئے۔

خوش بخت ہیں وہ لوگ جنھیں اسلام کی سچی دولت نصیب ہوئی اور وہ دنیا

وآخرت میں کامیاب ہوئے۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس پر مہربان ہوتا ہے اسے ایمان اور اسلام کی دولت عطا کرتا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اسلام کی دولت بڑی مہنگی دولت ہے۔ اس کی قدر ان سے پوچھیے جنھیں یہ گراں قدر نعمت مصائب وآلام میں رہ کر جہد مسلسل سے ملی۔ ہمارے ممدوح ڈاکٹر عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسے لوگوں سے تھے، جنھوں نے اسلام کے لیے اپنا گھر، بھائی بہن اور والدہ کو چھوڑ کر سچے دل سے اسلام قبول کیا اور پھر ساری زندگی اسلام کی تبلیغ میں گزار دی۔

قرآن وسنت کی سچی تعلیمات ہی ان کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ وہ اپنے اخلاق کردار اور حسن عمل کے اعتبار سے صحیح معنوں میں مومن اور مسلمان تھے۔ ان کے قبول اسلام کی داستان بڑی دلچسپ اور ایمان افروز ہے۔ اسے راقم نے برسوں پہلے ان کی زندگی میں مرتب کیا تھا۔ اب حضرت ڈاکٹر صاحب کے صاحبزادے محترم عبداللطیف طاہر کی خواہش پر اسے کتابی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نماز کو بہت محبوب رکھتے تھے، اس لیے کتاب کے آخر میں مسنون نماز اور کچھ دیگر دعائیں درج کر دی گئی ہیں۔

میں شکر گزار ہوں محترم مولانا حافظ عبدالرحمٰن سلفی صاحب امیر جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان اور مجاہد ملت مولانا محمد یوسف انور صاحب نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کا کہ انھوں نے حضرت ڈاکٹر صاحب کے بارے اس کتاب پر اپنے تاثرات رقم فرمائے۔ جزاکم اللہ خیرا۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے قارئین کتاب کے مرتب، ناشر اور دیگر معاونین کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

محمد رمضان یوسف سلفی

ایڈیٹر صدائے ہوش، لاہور

7جون2013ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفے چند

جناب مولانا حافظ عبدالرحمن سلفی حفظہ اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ.

قیام پاکستان کے وقت ہمارا خاندان والد محترم امام عبدالستار محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ دہلی سے ترک سکونت کر کے کراچی میں آ کر قیام پذیر ہوا تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے جماعتی علما اور افراد کراچی میں آ گئے تھے۔ ان دنوں کراچی میں ہماری رہائش نیو کلاتھ مارکیٹ میں تھی۔ والد محترم حضرت الامام مولانا حافظ عبدالستار محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ نے کراچی پہنچتے ہی درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا اور قریب ہی ایک خالی پلاٹ پر جو کہ کسی کی ملکیت نہ تھا وہاں بانسوں اور چٹائیوں سے چھت بنا کر عارضی طور پر مسجد قائم کی اور پانچوں وقت نماز اذان اور نماز باجماعت کا اہتمام کر دیا تھا۔ آس پاس چونکہ کپڑے کی بڑی مارکیٹیں تھیں اور پھر قریب میں کوئی مسجد بھی نہ تھی لہٰذا عوام الناس نے باقاعدہ نماز کے لیے آنا شروع کر دیا اور والد محترم سے دینی مسائل میں مستفید ہونے لگے، جس کے بہت اچھے اثرات ظاہر ہوئے لیکن بعض لوگوں کو یہ چیز گوارہ نہ ہوئی اور انھوں نے حکومت اور پیسے کے زور پر ایسا کرنے سے روک دیا۔ بعد میں جماعت کو اس کے متبادل بنس روڈ پر جگہ دی گئی جہاں اب محمدی مسجد اور مرکزی دارالامارت قائم ہے۔

جن دنوں کی یہ بات ہے انہی ایام میں ہمارے قریب میں ایک صاحب جن کا نام عبدالواحد تھا، رہائش پذیر تھے۔ وہ نہایت خوش خلق، ملنسار، مہمان نواز اور دینی

تڑپ رکھنے والے نوجوان تھے۔ چند سال پہلے وہ ہندو مذہب سے تائب ہو کر اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے تھے۔ صبغۃ اللہ نے ان کو پوری طرح رنگ دیا تھا۔ نماز روزہ اور دیگر اسلامی احکام و مسائل پر وہ سرگرمی سے عمل پیرا ہونے میں پر جوش ہوتے۔ اس دور میں ان سے میرے دوستانہ مراسم قائم ہوئے۔ میں ان دنوں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ سکول میں بھی پڑھتا تھا۔ عبدالواحد صاحب سے اسی زمانے میں میں نے انگریزی پڑھی اور بعض دیگر دینی و دنیوی مسائل میں استفادہ کیا۔ اس اعتبار سے وہ میرے استاد گرامی تھے۔ اگرچہ عمر میں وہ مجھ سے بڑے تھے لیکن ہمیشہ محبت و شفقت کا برتاؤ کرتے۔ کراچی میں کچھ عرصہ قیام کے بعد وہ واپس پنجاب چلے گئے تھے اور مختلف شہروں میں آبلہ پائی کے بعد لائل پور (موجودہ فیصل آباد) کو انھوں نے اپنا مستقل مستقر قرار دے لیا تھا۔

پڑھے لکھے تھے اس لیے انھوں نے ڈاکٹری کا امتحان پاس کیا اور باقاعدہ اپنا کلینک چلانے لگے تھے۔ سنا ہے کہ وہ بچوں کے بہت اچھے معالج تھے اور دور دور تک ان کی شہرت تھی۔

کراچی سے چلے جانے کے بعد بھی انھوں نے مجھے یاد رکھا اور گاہے گاہے ان سے سلام و پیام کا سلسلہ چلتا رہا۔ اکتوبر 1995ء میں میں اپنے رفقاء مولانا محمد سلیمان جونا گڑھی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد اسحاق شاہد اور حافظ محمد احمد کے ہمراہ جماعت غربا اہل حدیث کے تبلیغی و تنظیمی دورے پر فیصل آباد گیا تھا۔ فیصل آباد قیام میں جن اہل علم سے ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی ان میں میرے استاد گرامی ڈاکٹر عبدالواحد بھی تھے۔ ہم نثار کالونی میں واقع ان کے گھر جا کر ان سے ملے تھے۔ وہ ہمیں اچانک اپنے ہاں دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے اور بڑی محبت و مروت سے پیش آئے تھے۔ اور انھوں نے نصف صدی پرانے تعلقات کو خوب نباہیا تھا۔

بلاشبہ ڈاکٹر صاحب نیک طینت انسان تھے۔ اسلام کی سچی محبت ان کی رگ رگ

میں سرایت کیے ہوئے تھی۔ سنت نبوی سے انھیں بے پناہ لگاؤ اور شیفتگی تھی۔ انھوں نے اسلام کی دولت کو بڑے مصائب و مشکلات میں حاصل کیا تھا اور گھر والوں کے ظلم کی پروا کیے بغیر وہ سختی سے اسلام پر ثابت قدم رہے اور انھوں نے اسلام کے لیے اپنی جائداد اور سب کچھ قربان کر دیا تھا۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہماری جماعت کے نامور قلم کار اور مصنف مولانا محمد رمضان یوسف سلفی نے حضرت ڈاکٹر عبدالواحد کے حالات و واقعات اور قبول اسلام کی داستان کو مرتب کر دیا ہے۔ کتاب اپنے مندرجات کے اعتبار سے دلچسپ اور ایمانی حلاوت کو لیے ہوئے ہے۔ مولانا رمضان یوسف سلفی اس سے پہلے ''اللہ کے چار ولی'' مولانا عبدالوہاب دہلوی اور ان کا خاندان، عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں علمائے اہل حدیث کی مثالی خدمات'' مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی: حیات وخدمات'' کتابیں لکھ کر طبقہ علماء اور عوام سے داد و تحسین وصول کر چکے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ لائق مصنف کی ''ڈاکٹر عبدالواحد'' سے متعلق یہ کتاب بھی قارئین ذوق شوق سے پڑھیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا محمد رمضان یوسف سلفی کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبولیت عطا فرمائے اور مزید یہ کہ وہ اکابر پر لکھتے رہیں تاکہ عوام بالخصوص ہمارے نوجوان اپنے اکابر کے حالات سے آگاہ رہیں اور مولانا محمد رمضان یوسف سلفی کے حق میں دعائے خیر کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ صحت و عافیت کے ساتھ انھیں تادیر سلامت رکھے ان کے علم کی شعاعیں دور دور تک پھیلتی رہیں۔

حافظ عبدالرحمٰن سلفی

امیر جماعت غرباء اہل حدیث (کراچی)

ایک نمونۂ سلف بزرگ۔ ڈاکٹر عبدالواحد

جناب مولانا محمد یوسف انور صاحب

میرے والدین کو علماء کے ساتھ بڑی عقیدت تھی کہ وقت کے جلیل القدر اور ممتاز علما اور نامی گرامی خطبا کی میزبانی کا شرف انھیں حاصل رہتا۔ اس سعادت کے ساتھ ہی جماعت کے صلحاء اور نمونہ سلف بزرگوں کے لیے بھی یہ گھرانہ اسلامی اخوت والفت میں یگانہ تھا۔ انہی صلحاء میں سے ڈاکٹر عبدالواحد رحمہ اللہ خاص طور پر ایک صالح شخصیت تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی رہائش گاہ نثار کالونی میں تھی اور کلینک سمن آباد سے ملحقہ محلہ امین آباد میں تھا۔ نثار کالونی کی جامع مسجد محمدی کی اساس و بنیاد اور تعمیراتی ترقی میں ان کا بہت زیادہ حصہ رہا۔ اسی طرح کلینک کی قریبی گلی میں مسجد اہل حدیث کے لیے پلاٹ کی خرید اور پھر اس کی تعمیر و آبادی اور رونق میں اضافے کے لیے وہ پیش پیش رہے۔

یہ دونوں دینی ادارے اور عبادت گاہیں ڈاکٹر صاحب کا صدقہ جاریہ ہیں، جن میں نماز پنجگانہ خطبات جمعۃ المبارک اور عیدین کی نمازوں اور عبادات سے ہزار ہا لوگ مستفید ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی خود اپنی عملی زندگی بھی نمونہ سلف اور زہد و ورع کی ایک مثال تھی۔ لمبے قد و قامت، قراقلی ٹوپی، اور اچکن و شلوار میں ملبوس ان کی شخصیت بے حد جاذب نظر تھی۔ نماز باجماعت کی پابندی کا اہتمام ہی نہ تھا بلکہ کچھ دیر پہلے مسجد جا کر تحیۃ المسجد ادا کرتے۔ نماز کے بعد دوست احباب سے میل ملاقات اور ان کی حیثیت کے مطابق گفتگو کرتے۔ ان کے مسائل و حالات سے آگاہ ہوتے، غربا و مساکین کا مفت علاج معالجہ کرتے۔ بعض مستحقین کو اپنی گرہ سے کرایہ وغیرہ اور ضروریات بہم پہنچاتے۔

دوسرے تیسرے روز جب ڈاکٹر صاحب دوائیاں وغیرہ کی خرید کے لیے شہر آتے تو یہ ناممکن تھا کہ وہ والد صاحب کو ملے بغیر واپس چلے جائیں۔ مسلک اہلحدیث کی ترویج وترقی اور دعوت وتبلیغ کے پروگراموں کا انعقاد دونوں کی گفتگو کا مرکز ومحور ہوتا۔ ڈاکٹر صاحب چونکہ نومسلم تھے۔ تقسیم ملک سے قبل ہندو خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور اسلام قبول کرتے ہی انھیں حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر علما کی صحبت ومحبت اور ان سے فیوض وبرکات کے حصول کے مواقع میسر آئے۔ ذکرو فکر صبح گاہی میں ڈوبی ہوئی ان جیسی شخصیات کا دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور میں آنا جانا تھا جن سے ڈاکٹر صاحب کو بھی وافر طور پر اکتساب فیض کے لمحات حاصل رہے۔ دین اسلام کی حقانیت خصوصاً مسلک اہلحدیث کی صداقت اور قدر ومنزلت ان میں گویا کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جس کی تبلیغ واشاعت کے منصوبے اور سوچ بچار ہمیشہ ان کے پیش نظر رہتی لیکن یہ کام وہ منظم اور مربوط انداز میں انجام دینے کا جذبہ و داعیہ رکھتے تھے۔ چنانچہ ان ہی دنوں انجمن اہل حدیث فیصل آباد کے سرکردہ حضرات کے مشورہ سے مرکزی جامع مسجد اہل حدیث امین پور بازار میں ہر جمعرات کو نماز مغرب کے بعد دعوتی پروگرام رکھا جس میں گاہے گاہے حضرت مولانا حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد یحییٰ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر اور علمائے ربانی مدعو رہتے جن کے مواعظ وتذکیر سے شہر کے مضافات اور دور دراز علاقوں کے لوگ شریک ہوتے اور ان پروگراموں کے انتظامی امور میں حاجی عبدالستار مرحوم اور صوفی غلام نبی صاحب شامل ہوتے۔ ان پروگراموں کے علاوہ اعلیٰ پیمانے پر حفظ وناظرہ اور قراءت کا مدرسہ قائم کیا گیا جو سالہا سال چلتا رہا۔ لیکن کاروباری مرکز اور بازار کے شوروغل کے باعث اسے جامعہ سلفیہ کے نیو کیمپس عبداللہ گارڈن کینال روڈ پر منتقل کر دیا گیا، جس کے نتائج روز بروز بہتر سے بہتر سامنے آرہے ہیں اور قراءت کے اداروں میں اس کی شہرت واہمیت سے

احباب واقف ہیں۔

ایک اور اہم کام جوان کے دینی کارناموں میں عظیم ترین افادیت رکھتا ہے وہ یہ کہ برسوں پیشتر انھوں نے مجھے اور میرے مرحوم دوست شیخ بشیر احمد (چیچہ وطنی والے) کو ہمراہ لیا۔ اس دور میں گویا ہماری بھی آتش جوان تھی، شبان اہل حدیث کے عروج کا دور دورہ تھا۔ ہم تینوں شدید سرد موسم میں کہیں عشاء کی نماز ادا کرتے اور کسی محلہ میں فجر کی نماز کے وقت پہنچتے۔ مقامی جماعتی احباب سے رابطہ قائم کرتے اور قریبی مسجد اہل حدیث میں انھیں منسلک کر کے ایک حلقہ جماعت تشکیل کرتے جس کے اثرات تھے کہ شہر بھر میں مساجد کی تنظیم بھی ہوتی چلی گئی اور تبلیغی پروگراموں کی کامیابی سے مسلک اہل حدیث کو بھی بحمد اللہ فروغ حاصل ہوا۔ آج شہر میں مسلک اہل حدیث کے حاملین کی کثرت جو نظر آ رہی ہے اور تقریباً ہر نئی اضافی بستی و کالونی میں مساجد اہل حدیث کی تعمیرات و ترقیات کا جو سلسلہ سامنے ہے بلاشبہ اس کی ابتدا اور آغاز میں ڈاکٹر صاحب کی مساعی وحسنات کا بہت بڑا دخل ہے جو ان کے لیے توشۂ آخرت ہے۔ غرضیکہ ڈاکٹر صاحب علامہ اقبال کے اس شعر کے مصداق تھے:

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے، تنہا کچھ نہیں
موج ہے اندرونِ دریا اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

اس وقت کا ایثار اور جماعتی وقومی خدمات کی کہانیاں آج کے نوجوانوں کے لیے اچنبا سے کم نہیں لیکن قلب وذہن کو گرماتی ضرور ہیں۔ ۱۹۷۹ء میں مجھے ڈاکٹر عبدالواحد صاحب کے ہمراہ سفر حج کی رفاقت رہی۔ ہمارے ساتھ صوفی احمد دین اور ان کے عزیزان شیخ غلام مصطفیٰ مرحوم، شیخ صلاح الدین مرحوم (راولپنڈی) حاجی عبدالقادر، وحاجی عبدالرحیم مرحومین مربہ والے، حاجی محمد انور چنیوٹی، حاجی محمد اقبال مرحوم سول لائن اور بعض دیگر حضرات بھی تھے، ڈاکٹر صاحب ہم سب کو ہر ہر مقام پر اجتماعی طور پر دعاؤں اور مناجات میں مصروف رکھتے۔ خصوصاً عرفات ومنیٰ اور مزدلفہ

میں ان کی رقت انگیز دعاؤں اور دینی تمناؤں کو بھلایا نہیں جا سکتا۔ وہ ہمیں حج کی سعادت کے بعد یکسر تبدیل ہونے اور اسلامی تعلیمات وسنت مطہرہ پر چلنے کی تلقین بھی کرتے، اس سفر کے بعد بحمد اللہ مجھے بیشتر موقعوں پر حج اور عمروں کی سعادت حاصل رہی لیکن ان کے ساتھ کیا جانے والا مبارک سفر اور اس کی حسین وخوشگوار یادیں آج بھی کئی سال گزر جانے کے باوجود دل ودماغ میں تازگی کا احساس پیدا کر رہی ہیں اور یادوں کے یہ جھروکے انمٹ سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کی حسنات وعبادات کو قبول فرمائے اور انھیں اعلیٰ علیین میں انبیاء وصلحا کا ساتھ نصیب فرمائے۔ آغا شورش کاشمیری کے بقول

یا رب! وہ ہستیاں کہاں بستیاں ہیں
کہ جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

ہمارے عزیز دوست جناب محمد رمضان یوسف سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ کے پڑوس میں رہتے تھے۔ اس لحاظ سے انھیں ڈاکٹر صاحب کی صحبت و محبت کے کافی مواقع ملے اور بہت سی ان کی اصلاحی وتبلیغی مجلسوں میں شریک رہے۔ ڈاکٹر صاحب کی شفقت، نوجوان طبقہ سے خاص طور پر نمایاں رہی۔ وہ نئی نسل کو زمانہ کے کشیدہ اور آلودہ ماحول میں مبتلا دیکھتے تو بہت کڑھتے، انھیں سمجھاتے اور ان کی دلداری ودل جوئی کی تجویزیں عملی طور پر کچھ حکمت عملی سے اختیار کرتے کہ نوجوان ان کی طرف کھنچے چلے آتے۔ جامع مسجد محمدی نثار کالونی میں اور اپنے گھر کے گردونواح جگہوں پر ایسی پروقار تقریبات منعقد کرتے رہتے۔ جناب رمضان یوسف سلفی ان محفلوں کے روح رواں ہوتے۔ خود بھی مستفید ہوتے اور اپنے ہم جولیوں کو بھی ڈاکٹر صاحب کی میٹھی میٹھی اور رس بھری پیاری پیاری بات چیت سے آشنا کرتے۔ نثار کالونی شہر کی ایک اضافی اور نئی بستی تھی جہاں بتدریج مسلک اہل حدیث کی اشاعت ودعوت پھیلتی چلی گئی۔ تعلیمات اسلامیہ سے ماحول سازگار کرنا اور نوجوانوں

کو ان کی طرف مائل کرنا اور پھر ایک دینی انقلاب برپا کر دینا ڈاکٹر صاحب ہی کا حسن کمال تھا۔

مندرجہ بالا کوائف اور ڈاکٹر صاحب کی حیات وخدمات دینیہ پر قلم اٹھا کر اسے ایک تالیف تک پہنچا دینا عزیز القدر مولانا رمضان یوسف سلفی کی بہت بڑی کاوش اور محنت ہے۔ امید ہے کہ افادہ عام کے لحاظ سے ان کا یہ مستحسن اقدام قارئین کے لیے راہنمائی اور اصلاح کا موجب ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ کیونکہ ڈاکٹر عبدالواحد ایسے باعمل بزرگ تھے کہ ان کے سوانح علما وطلبا اور عام اہل ایمان کے لیے ایسے مشعل راہ ہیں جنھیں سامنے رکھ کر اپنے عمل و کردار کو سنوارا اور نکھارا جا سکتا ہے۔ یقیناً ڈاکٹر صاحب مرحوم کی زندگی کتاب وسنت پر عمل کی آئینہ دار اور راہ عمل تھی۔ اللہ تعالیٰ انھیں اس کا عظیم اجر عطا فرمائے۔ انھیں جنت الفردوس مرحمت فرمائے اور ہمیں بھی ان پاکباز شخصیات کی طرح زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دعا گو

محمد یوسف انور

خطیب مرکزی جامع مسجد اہل حدیث

امین پور بازار فیصل آباد

نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان

ڈاکٹر عبدالواحد رحمۃ اللہ

ڈاکٹر عبدالواحد فیصل آباد کی لائق صد احترام بزرگ شخصیت تھے۔ نیکی، دینداری، ورع وعفاف، تقویٰ وطہارت، اخلاق وعادات اور انکساری وتواضع کے لحاظ سے اسلاف کی نشانی تھے۔ بطل حریت سید محمد داود غزنوی رحمہ اللہ اور مناظر اسلام مولوی احمد دین گکھڑوی رحمہ اللہ کے تربیت یافتہ تھے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث فیصل آباد کے فعال رکن رہے اور کسی دور میں نائب امیر بھی۔ انھوں نے اس شہر میں اکابر علماء کے ساتھ مل کر دعوت وتبلیغ کے میدان میں بڑا کام کیا اور نیک نام ہوئے۔

ڈاکٹر صاحب 1940ء میں ہندو مذہب سے تائب ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ انھوں نے نہایت مشکل حالات میں اپنے اسلام وایمان کی حفاظت کی اور صبر واستقامت سے ثابت قدم رہے۔ ان کے اسلام میں داخل ہونے کے واقعات بڑے ایمان افروز ہیں جنھیں قارئین آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ ڈاکٹر صاحب کو پہلی بار میں نے 1978ء کے موسم گرما میں دیکھا تھا۔ وہ محمدی مسجد اہل حدیث نثار کالونی میں نماز فجر کے بعد درس قرآن ارشاد فرما رہے تھے۔ نورانی صورت، گندم گوں رنگ، تابناک پیشانی، روشن آنکھیں، ستواں ناک، تراش خراش سے محفوظ خوبصورت داڑھی، مونچھیں صاف، سر پر کپڑے کی ٹوپی، صاف ستھرا لباس۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اس پہلی رویت میں ہی ان کی نورانی صورت اور سادہ گفتگو سن کر متاثر ہوا۔ چند روز میں اپنے ماموں کے ہاں رہ کر واپس گاؤں آ گیا۔ اسی سال حالات نے کروٹ لی اور ہم گاؤں سے ترک سکونت کرکے چند ماہ سمن آباد اور پھر نثار کالونی میں اقامت پذیر ہو گئے۔ سمن آباد کے جس پرائمری سکول میں مجھے داخلہ ملا وہاں چوتھی جماعت میں میرے ایک کلاس فیلو تھے عبدالجبار۔ انھیں کلاس میں لڑکے

مولوی عبدالجبار بھی کہتے تھے۔ وہ روزانہ ڈاکٹر عبدالواحد صاحب کو کلینک چھوڑ کر کلاس میں آتے اور بعض دفعہ لیٹ بھی ہو جاتے۔ ان دنوں ہم نے کئی بار انھیں دیکھا کہ وہ ڈاکٹر صاحب کو سائیکل کے پیچھے بٹھائے جا رہے ہوتے۔ معلوم ہوا کہ عبدالجبار ڈاکٹر صاحب کے چھوٹے صاحب زادے ہیں۔ 1986ء کی گرمیوں میں، میں نے باقاعدہ محمدی مسجد اہل حدیث نثار کالونی میں آنا شروع کیا۔ ان دنوں استاد محترم مولانا حکیم ثناء اللہ ثاقب صاحب اس مسجد میں خطیب تھے۔ وہ روزانہ نماز فجر کے بعد درس قرآن ارشاد فرماتے اور نماز عشاء کے بعد صحیح بخاری کا ترتیب سے درس دیتے تھے۔ میں نے اس حلقہ درس میں حاضر ہونا شروع کیا۔ جیسے جیسے میں ان دروس کو سنتا جاتا میرے قلب و ذہن میں قرآن حکیم اور درس صحیح بخاری شریف کی سماعت کی برکت سے دل کی دنیا بدل گئی اور میں دینی کتب کے مطالعہ کی طرف راغب ہوا۔ مولانا حکیم ثناء اللہ صاحب نے صبح کے درس میں ایک بار قرآن ختم کیا اور عشاء کے بعد درس میں بخاری شریف مکمل کی۔ ڈاکٹر صاحب ان دروس میں باقاعدگی سے بیٹھتے تھے۔ یہیں سے ڈاکٹر صاحب کے ساتھ میرے نیاز مندانہ تعلقات کی ابتدا ہوئی۔ اس نے آگے چل کر گہرے مراسم کی صورت اختیار کر لی۔

ان دنوں کا ایک واقعہ یاد آیا کہ 1990ء میں حکیم ثناء اللہ ثاقب نے نوجوانوں کے اصرار پر کچھ عرصہ بخاری شریف کا درس روک کر نماز عشاء کے بعد ترجمۃ القرآن پڑھانا شروع کیا۔ اس کلاس میں بہت سے دوست شریک ہوئے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب بھی اس کلاس میں شامل تھے، حالانکہ انھوں نے بہت پہلے ترجمۃ القرآن پڑھا ہوا تھا۔

ترجمۃ القرآن کی کلاس جب ختم ہو جاتی تو بعض نوجوانوں کی طرف سے سوالات کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ حکیم ثناء اللہ صاحب خوش اسلوبی سے جواب دیتے اور بسا اوقات ڈاکٹر صاحب بھی اپنے ارشادات عالیہ سے نوازتے۔ گرمیوں کے دن

تھے۔ ایک بار بحث طویل ہو گئی۔ اب ڈاکٹر صاحب بارہ بجے کے قریب اپنے گھر گئے۔ گھر والے انتظار کے بعد سو چکے تھے۔ انھوں نے آہستہ آہستہ تین بار دستک دی ۔ جب دروازہ نہ کھلا تو ڈاکٹر صاحب اپنے مکان کے باہر چبوترے پر زمین پر ہی لیٹ گئے۔ اگلے روز ڈاکٹر صاحب کے پوتے عاصم نے یہ واقعہ سنایا۔ اس سے ڈاکٹر صاحب کی کسر نفسی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

نثار کالونی میں محمد سعید صاحب ایک صالح نوجوان تھے۔ بریلوی مکتب فکر سے اہل حدیث ہوئے تھے۔ ان کے ہاں جمعرات کو ڈاکٹر صاحب درس قرآن ارشاد فرماتے تھے۔ اس درس میں اطراف واکناف سے بہت سے نوجوان شریک ہوتے۔ پھر جب سعید صاحب کے گھر والوں نے اعتراض کیا تو ہر جمعرات کو نماز مغرب کے بعد حاجی عبدالرشید المعروف بابا حاجی (وفات: 30 نومبر 2012) کے گھر یہ پروگرام ہونے لگا۔ ڈاکٹر صاحب سادہ اسلوب میں قرآن و حدیث سے ہی گفتگو کرتے۔ بہت سے لوگوں نے ڈاکٹر صاحب کے مواعظ عالیہ سن کر توحید و سنت کی راہ اختیار کی اور ہدایت پائی، الحمدللہ۔ ڈاکٹر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ وہ خیر خواہی اور اصلاح کے جذبے سے دوسروں کو توجہ دلاتے اور نہایت ہی پیارے انداز میں سمجھاتے۔ ان کی گفتگو سن کر بہت سے حضرات نے اپنی اصلاح کی۔ اپنی نمازوں کو سنت کے مطابق کیا، چہرے سنت کے مطابق کیے اور اپنے رہن سہن کے طور طریقوں کو اسلامی تعلیم کے مطابق بنایا۔ میرے وہ مہربان خاص تھے۔ میں اکثر ان کی خدمت میں رہتا۔ وہ مجھ پر خصوصی شفقت فرماتے۔ میری تربیت فرماتے اور نصیحتیں کیا کرتے۔ کئی بار وہ کتابوں کی خریداری کے لیے مجھے لاہور لے کر گئے۔ سفر و حضر میں وہ میرا بہت خیال رکھتے تھے۔ 1991ء میں شیخ جمیل الرحمٰن شہید کانفرنس کے موقع پر انھوں نے مجھے غازی اسلام رانا محمد شفیق پسروری کے نام ایک اہم خط دیا اور تاکید فرمائی کہ میں رانا صاحب کو یہ خط پہنچاؤں۔ ساتھ ہی انھوں نے مجھے جیب

خرچ کے لیے 15 روپے بھی دیے۔ میں موچی دروازہ میں ہونے والی عظیم الشان کانفرنس میں شریک ہوا اور کانفرنس کے اختتام پر رانا صاحب کو وہ خط دیا۔ رانا صاحب یوتھ فورس کے ورکروں میں گھرے ہوئے تھے۔ انھوں نے ازراہ کرم میری بات غور سے سنی اور خط وصول کیا۔ یاد رہے کہ اس خط میں ڈاکٹر صاحب نے توجہ دلائی تھی کہ جماعت کا ایک روزنامہ اخبار نکالا جائے اور اس اخبار کے ذریعے بھرپور طریقے سے لوگوں کو مسلک اہل حدیث کی دعوت دی جائے۔ ڈاکٹر صاحب انتہا درجے کے متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ ہمیشہ ورع وعفاف کی چادر اوڑھ کر رہے۔ 1990ء تک انھوں نے کلینک کیا۔ ان کے پاس مریض آتے اور شفایاب ہو کر جاتے۔ وہ نہایت ذمہ داری اور دیانت داری سے مریض کا علاج کرتے اور کوئی مریض اگر زیادہ بیمار ہوتا اور چل کر کلینک نہ آ سکتا تو اس کو گھر جا کر چیک کر آتے۔ فیس بڑی معمولی لیتے۔ مریض کو توحید و سنت پر عمل پیرا ہونے کی تاکید فرماتے۔ علاقے میں مشہور تھا کہ وہ بچوں کے بہت اچھے معالج ہیں۔ وہ ہمیشہ دھیمے لہجے میں بات کرتے اور زبان کو ہمہ وقت ذکر الٰہی سے تر رکھتے۔ فضول گوئی اور بیجا گفتگو سے پرہیز کرتے۔ انھوں نے ہندو مذہب سے تائب ہو کر اسلام قبول کیا تھا۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں ذکر کیا گیا ہے۔ اسلام کی گراں قدر دولت بڑے مصائب و آلام کے بعد ان کے ہاتھ لگی تھی۔ اس لیے وہ کبھی اپنی زندگی کے واقعات سنایا کرتے۔ خود بھی روتے دوسروں کو بھی رلاتے۔ ایک دفعہ آہ بھر کر کہنے لگے کہ ہم اپنے والدین کے لیے دعا بھی نہیں کر سکتے کیونکہ وہ حالت کفر میں مرے۔ ڈاکٹر صاحب نماز باجماعت کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ جب تک کلینک پر بیٹھتے ہمیشہ اذان سے پہلے ہی مسجد چلے جاتے، چاہے اس وقت کتنے ہی مریض بیٹھے ہوں۔ فرمایا کرتے جماعت کے ساتھ اسی صورت میں اطمینان سے نماز پڑھی جائے گی جب اذان سے پہلے مسجد میں آیا جائے۔

50 سے زائد مرتبہ انھوں نے 40 روز تک پانچوں نمازیں تکبیر اولیٰ کے ساتھ باجماعت ادا کیں۔ اس سے ان کی نیکی کے جذبہ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ نہایت خوش اخلاق اور بلند کردار تھے۔ جھوٹ، تصنع، بناوٹ اور غیبت سے شدید نفرت تھی۔ زندگی بھر نہ کسی سے عداوت رکھی، نہ کسی کی غیبت کی۔ ان کا معیار زندگی فقط کتاب وسنت تھا۔ اسلامی تعلیمات پر وہ سختی سے عمل پیرا تھے۔ ہر کسی کو وہ کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتے۔ بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت ان کا وصف تھا۔ علاقے بھر میں وہ ہر دل عزیز تھے۔ لوگ اپنے گھریلو امور تک ان کے گوش گزار کرتے اور ان سے مشورہ لیتے اور بعض معاملات میں ان سے دعا کرواتے۔ ڈاکٹر صاحب مستجاب الدعوات تھے۔ وہ خشوع وخضوع سے دعا کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرماتا۔ مجھے جب بھی کوئی پریشانی لاحق ہوتی، میں ان کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کرتا۔ وہ دعا فرماتے اور مجھے راحت مل جاتی۔ چند سال پہلے انھوں نے مجھ سے میری رہائش سے متعلق پوچھا؟ میں نے ان کو بتایا کہ ہم دو بھائی ہیں۔ اڑھائی مرلے جگہ ہے۔ نیچے والے حصے میں بڑا بھائی رہتا ہے اور اوپر والے کمرے میں میری رہائش ہے۔ میری یہ بات سن کر کہنے لگے۔ یہ مکان تو ایک فیملی کے لیے ہے۔ میں نے دعا کی درخواست کی۔ انھوں نے بڑے خشوع سے دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا کیے کہ میں نے بڑے بھائی کو اس کا حصہ دے کر مکان خرید لیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور ڈاکٹر صاحب کی دعاؤں کا ثمر ہے۔ الحمد للہ! ڈاکٹر صاحب کبھی کبھی ناراض بھی ہو جاتے تھے۔ ان کی یہ ناراضی مصنوعی ہوتی۔ جب میں ان کو مناتا تو مان جاتے۔ جب کبھی ان کا ارادہ کھلانے پلانے کا ہوتا تو بہانے سے کہتے: سلفی صاحب مسجد کی الماری میں میری جو کتابیں پڑی ہیں وہ ترتیب سے کر دو۔ میں فوراً ان کے حکم کی تعمیل کرتا اور آدھ پون گھنٹے میں ان کی کتب ترتیب سے درست کر کے رکھ دیتا۔ اب ڈاکٹر صاحب مٹھائی منگواتے، ساتھ کوک کی بوتلیں بھی ہوتیں،

اور ساتھی بھی آ جاتے ۔ اس طرح پروگرام ہوتا۔ وہ انتہائی مہمان نواز تھے۔ ان کے پاس جو بھی آتا اسے کھلائے پلائے بغیر جانے نہ دیتے تھے۔ اپنے کلینک پر گرمیوں میں سکنجبین کا کولر بنا کر رکھتے۔ سکول کے بچے ادھر سے گزرتے، جو بچہ السلام علیکم کہتا، اسے سکنجبین کا گلاس ملتا۔ جو بچہ دعائیں سناتا اسے 50 پیسے دیتے۔ اور جو صحیح نماز سناتا اسے بھی انعام دیتے۔ یہ سب کچھ بچوں کی تربیت کے لیے کرتے۔ انھوں نے اپنے اس حکیمانہ انداز تبلیغ سے سینکڑوں بچوں کی نمازیں سنت کے مطابق درست کروادیں۔

مجھے یاد ہے کہ 1989ء کا سال ہوگا کہ ہمیں تبلیغی جماعت اہل حدیث کے ہفتہ وار پروگرام میں مرکزی جامع مسجد اہل حدیث امین پور بازار فیصل آباد لے کر جاتے۔ واپسی پر کھانا کھلاتے اور کرایہ دیتے۔ مقصد یہ ہوتا کہ کسی طرح یہ بچے دینی کاموں میں حصہ لیں اور ان کی آخرت سنور جائے۔ آج جب ڈاکٹر صاحب پر لکھنے بیٹھا ہوں تو بہت سی باتیں سطح ذہن پر ابھر آئی ہیں اور ان کے متعلق بہت سے واقعات ذہن میں گردش کرنے لگے ہیں۔ بلاشبہ وہ دینی تڑپ رکھنے والے مخلص انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے خصوصی انعام کیے تھے۔ جب وہ مسلمان ہوئے تھے تو انھیں بڑی تکلیفوں سے گزرنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وہ ثابت قدم رہے، اور ہر موقع پر اللہ رب العزت نے ان کی مدد فرمائی۔ بڑے بڑے علماء سے ان کے تعلقات تھے۔ بطل حریت مولانا سید محمد داود غزنوی رحمہ اللہ بانی مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان ان پر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ مناظر اسلام حضرت مولانا احمد دین گکھڑوی رحمہ اللہ انھیں تبلیغی پروگراموں میں ساتھ رکھتے۔ امام عبدالستار دہلوی رحمہ اللہ سے علمی طور پر فیض یافتہ تھے۔ امام عبدالرحمٰن سلفی امیر جماعت غربا اہل حدیث پاکستان ڈاکٹر صاحب کے شاگرد رشید ہیں۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے سابق ناظم اعلیٰ علامہ عبدالعزیز حنیف صاحب سے ان کے گہرے مراسم تھے۔ دیگر یہ کہ سینکڑوں طلبا، عوام اور علماء ان کے عقیدت مند ہیں۔ بلاشبہ ڈاکٹر صاحب اس دور میں نیکی، طہارت اور

دین داری کے بہت اونچے مقام پر فائز تھے۔ ان کی وفات پر آنے والے لوگ ان کے متعلق اپنے واقعات سنا رہے تھے۔ ان واقعات کو سن کر ایسا محسوس ہوا کہ ڈاکٹر صاحب ہر شخص پر فرداً فرداً مہربان تھے۔ میرے ایک دوست ابوبکر سلفی امین آباد فیصل آباد میں رہائش پذیر ہیں۔ وہ اپنا واقعہ سناتے ہیں کہ ایک بار میرا بیٹا سخت بیمار ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب کو چیک کروایا، تو انھوں نے ایکسرے کروانے کا کہا۔ میرے پاس کوئی پیسہ نہ تھا، جب کہ ان دنوں ایکسرے کا خرچ 40 روپے تھا۔ میں اسی پریشانی میں نماز کے لیے امین آباد نمبر 1 میں آیا۔ ان دنوں اس مسجد کا انتظام ڈاکٹر عبدالواحد صاحب کے پاس تھا۔ نماز با جماعت سے فارغ ہو کر میں دیر تک دعا کرتا رہا۔ تمام لوگ چلے گئے۔ ڈاکٹر صاحب اس انتظار میں تھے کہ یہ دعا ختم کرے تو میں مسجد بند کروں۔ خیر میں نے دعا ختم کی۔ ڈاکٹر صاحب مجھے کہنے لگے ابوبکر میرے ساتھ کلینک پر آؤ۔ میں ان کے ساتھ کلینک پر آیا تو انھوں نے چھ سات کلو چینی مجھے دی کہ اسے گھر میں استعمال کر لینا۔ ابوبکر سلفی کہتے ہیں کہ میں وہ چینی لے کر دکان پر گیا اور دکان دار سے کہا، اس چینی کے بدلے مجھے پیسے دے دو۔ دکان دار نے چینی کا وزن کر کے مجھے چالیس روپے دے دیے۔ اب میں واپس آیا اور ڈاکٹر صاحب کو بتایا کہ مجھے پیسوں کی ضرورت تھی۔ میں نے چینی بیچ دی ہے۔ ڈاکٹر صاحب فرمانے لگے جب تم مسجد میں دعا کر رہے تھے تو میں نے محسوس کیا کہ تم کسی پریشانی میں مبتلا ہو۔ لہٰذا میں نے دعا کی کہ یا باری تعالیٰ ابوبکر کو جو ضرورت ہو وہ پوری کر دے۔

ڈاکٹر عبدالواحد صاحب نیکی اور صالحیت کے باعث جس مقام رفیع پر متمکن تھے، اس کے سبب انسان تو انسان بلکہ جنات بھی ان کا احترام کرتے تھے۔ چند سال پہلے کسی رسالے میں مضمون شائع ہوا کہ جنات انسان میں حلول نہیں کر سکتے۔ میں نے اس مضمون کا تذکرہ ڈاکٹر صاحب سے کیا۔ انھوں نے میری بات کو غور سے سنا اور پھر اپنا واقعہ سنایا۔ فرمانے لگے: ایک بار میں نماز مغرب کے بعد اپنے کلینک پر بیٹھا ہوا

تھا کہ ایک نوجوان پریشانی کی حالت میں آیا اور کہنے لگا۔ ڈاکٹر صاحب میرے بڑے بھائی کو جن کا سایہ ہے۔ آپ آئیں اور دم کریں۔ میں اسی وقت اس کے ساتھ گیا۔ گھر پہنچے تو بیٹھک میں چارپائی پر ایک نوجوان ٹانگ پر ٹانگ رکھے سیگریٹ کے کش لگا رہا تھا۔ میں نے سلام کیا اور سیگریٹ بجھانے کو کہا۔ اس نے احترام کرتے ہوئے سیگریٹ بجھا دی۔ اب میں نے مسنون دعائیں پڑھنا شروع کیں۔ وہ جن مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: ڈاکٹر صاحب میں تم سے زیادہ پڑھا لکھا ہوں۔ مدرسے سے فارغ التحصیل ہوں۔ ہم دو بھائی یہاں رہتے ہیں۔ پانچ بھائی کالا شاہ کاکو میں رہائش پذیر ہیں۔ ہم تمام کے تمام بھائی دینی علم پڑھے ہوئے ہیں۔ آپ کے اس آدمی نے ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے۔ ریلوے پھاٹک کے قریب پیپل کے درخت کے نیچے ہمارا کھانا پڑا تھا اس نے اوپر پیشاب کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے جن کی گفتگو سن کر اسے وعظ و نصیحت کی اور فرمایا کہ دیکھیں بھائی اس بے چارے کو کیا معلوم، اس نے اگر غیر ارادی طور پر غلطی کر لی ہے تو آپ معاف کر دیں، اللہ آپ کو اجر دے گا۔ جن کہنے لگا: ڈاکٹر صاحب! میں نے جانا تو نہیں تھا لیکن مجھے شرم آتی ہے کہ آپ ایسے بزرگ اور نیک آدمی کی بات نہ مانوں۔ میں جا رہا ہوں اور نشانی بھی دیے جاتا ہوں۔ آپ ان کو سختی سے ڈانٹیں کہ آئندہ درختوں کے نیچے پیشاب کرنے سے اجتناب کریں۔ اور میری ایک شرط ہے کہ ان کے گھر میں ساگ پکا ہوا ہے آپ ساگ کے ساتھ روٹی کھا کر جائیں۔ اس کے بعد جن چلا گیا اور وہ نوجوان اپنی پہلی حالت میں آ گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس واقعہ میں یہ بھی بتایا تھا کہ اس جن نے کہا کہ قرآن مجید میری پائنتی کی طرف اوپر الماری پر پڑا ہوا ہے اسے اٹھا کر سرہانے کی طرف رکھ دو۔ اس طرح کے واقعات سے ڈاکٹر صاحب کی زندگی بھری پڑی تھی۔ وہ نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ دست سخا کھلا تھا۔ ہر سائل کو کچھ نہ کچھ ضرور دیتے۔ دینی مدارس اور جماعتی رسائل کی سالانہ اعانت ضرور کرتے۔ لوگوں کو مطالعہ

کی ترغیب دلاتے اور اچھی اچھی دینی کتب انھیں مطالعہ کے لیے دیتے تھے۔ بعض پسماندہ علاقوں میں تفسیر ابن کثیر اور کتب احادیث کے اردو تراجم خرید کر بھجواتے۔ میری ڈیوٹی تھی کہ جو بھی اچھی کتاب آئے میں انھیں اس سے آگاہ کروں۔ وفات سے نوروز پہلے کسی کو ہدیہ دینے کے لیے راقم سے تفسیر ابن کثیر کا سیٹ منگوایا اور تلقین کی کہ میں انھیں ہر جمعہ عصر کے بعد ملا کروں۔ آج ڈاکٹر صاحب کو فوت ہوئے ایک عرصہ ہو چکا ہے، مگر ان کا نورانی چہرہ نظروں کے سامنے ہے۔ ان کی موت ان کے لواحقین کے لیے ہی نہیں بلکہ میرے لیے بھی بہت بڑے صدمے کا باعث تھی۔ روحانی طور پر ہم ایک بزرگ شخصیت کا سایہ شفقت اٹھنے سے یتیم ہو گئے۔ ڈاکٹر صاحب کی کس کس نیکی اور حسنات کا ذکر کروں۔ مرکزی مسجد اہل حدیث امین پور بازار میں شعبہ حفظ کا قیام حضرت ڈاکٹر صاحب کی کاوشوں سے معرض وجود میں آیا تھا اور الحمدللہ اس مدرسے سے بیسیوں بچوں نے قرآن حکیم حفظ کیا اور تجوید وقراءت کی تعلیم پائی۔ یہ بہت بڑی نیکی ہے جس کا اجر ڈاکٹر صاحب کو ملتا رہے گا، ان شاءاللہ۔ یہ مدرسہ 2005ء میں بعض وجوہ کی بناء پر یہاں سے بند کر دیا گیا تھا۔

20134

ڈاکٹر صاحب کے حالات وواقعات بیان کرتے ہوئے ہم بہت دور نکل آئے ہیں۔ آیئے اب ان کی ابتدائی زندگی کے حالات کی طرف۔

ڈاکٹر عبدالواحد صاحب 1920ء میں ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کا سابقہ نام منشی رام اور والد کا نام ہری چند سیٹھ تھا۔ ہندوؤں کی کھتری (شیخ) ذات سے تعلق رکھتے تھے اور ان کا خاندان پینڈو کہلاتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کا مقام پیدائش ملیاں والی ضلع شیخوپورہ ہے۔ مڈل تک انھوں نے اسکول کی تعلیم حاصل کی۔ 1938ء میں وہ ایک لڑائی کے سلسلے میں جیل گئے۔ پہلے دن ہی ان کے دل میں اسلام کی محبت نے گھر کیا اور آخر 1940ء میں وہ مشرف بہ اسلام ہو کر چینیاں والی مسجد میں آ گئے۔ وہاں رہ کر انھوں نے قاری فضل کریم صاحب سے ناظرہ قرآن مجید پڑھا اور مولانا سید محمد

داود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر غزنوی علما کے زیر نگرانی تعلیم و تربیت کی منزلیں طے کیں۔ قرآن و حدیث کا جو علم انھوں نے عالی قدر اساتذہ کرام سے حاصل کیا تو اس پر سختی سے کار بند ہو گئے اور مرتے دم تک اس پر عمل پیرا رہے۔ توحید و سنت کے بارے میں انتہائی نازک خیال رکھتے تھے اور اس بارے میں کسی معمولی لغزش کا بھی شکار نہ ہوتے۔ بدعات و محدثات کے سخت مخالف تھے۔ بعض لوگ انھیں خطوط لکھتے اور نصیحت طلب کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب باقاعدگی سے ان خطوط کے جوب لکھتے۔ ایک ایسا ہی نصیحت آموز خط انھوں نے لاہور سے آنے والے ایک خط کے جواب میں لکھا تھا۔ اس کی فوٹو کاپی میرے پاس تھی اسے افادہ عام کے لیے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزم خلیل صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ!

آپ کا خیریت نامہ موصول ہوا۔ پڑھ کر خوشی ہوئی۔ آپ نے چند سبق آموز باتیں لکھنے کے متعلق تحریر کیا ہے۔ عزیزم سبق آموز باتیں اس دنیا میں قرآن و حدیث سے بڑھ کر نہ کسی شخص سے مل سکتی ہیں اور نہ کسی کتاب سے۔ صرف مطالعہ کی ضرورت ہے۔ البتہ آپ کی نیک خواہش کے باعث قرآن و حدیث سے ہی اخذ شدہ بطور یاد دہانی لکھ دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔

1- اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کامل ایمان رکھیں۔

2- زندگی کا لائحہ عمل قرآن و حدیث کو بنائیں۔

3- فرائض کی ادائیگی میں سستی نہ کریں۔

4- ہر کام کرنے سے پیشتر بسم اللہ پڑھیں۔

5- شرک و بدعت، برائی اور خود پسندی سے اپنے دامن کو پاک رکھیں۔

6- خالق کی نافرمانی میں مخلوق اور نفس کی خوشنودی کو اپنے اوپر زندگی بھر حرام قرار

دے لیں۔

7- نماز کو مع تکبیر اولیٰ ادا کرنے کی پوری کوشش کریں اور اذان سے پہلے اٹھیں۔

8- زندگی کو غنیمت سمجھیں اور آخرت سنوارنے کی فکر میں لگے رہیں۔

9- جزا اور سزا اور یوم حساب کو یاد رکھیں اور موت سے غفلت نہ برتیں۔

10- اللہ تعالیٰ کے سمیع و بصیر ہونے پر ایمان رکھتے ہوئے اپنے اعضا زبان، آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں کی حفاظت کریں۔

11- والدین کی خدمت اور خوشنودی کو فرض سمجھیں اور بیوی بچوں کی خوشنودی پر ہمیشہ ترجیح دیں، الا خلاف شرع۔

12- تقویٰ اور اخلاق کی بلندی حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر فرمان کے آگے اپنے سر کو جھکا دیں۔

13- روزی کے معاملہ میں حلال و حرام کا خیال رکھیں اور ڈیوٹی میں کوتاہی نہ کریں۔

14- اپنے شاگردوں اور عام مسلمانوں کو فائدہ پہنچانے میں اپنے ٹائم اور تکلیف کی پرواہ نہ کریں۔

15- ہر کام میں میانہ روی اختیار کریں۔ درگزر اور معاف کرنے کو معمول بنائیں۔

16- غیر ضروری گفتگو اور وقت کے ضیاع سے پرہیز کریں۔

17- حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال رکھیں۔

18- عالم ہونے کی حیثیت سے لوگوں کو برائی سے روکنے اور نیکی کرنے کی تبلیغ کرتے رہیں۔

19- قرآن پاک کی تلاوت اور دینی کتب کے مطالعہ کے لیے وقت نکالیں اور صحت کے لیے کم خوری اور حسب طبیعت ورزش کا خیال رکھیں۔

20- اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی پر انتہائی نادم ہو کر فوراً توبہ کریں اور اللہ پاک کی رحمت پر کامل ایمان کے ساتھ پر امید رہیں۔ وما التوفیق الا باللہ!

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رحمت سے اپنے اور اپنے پیغمبر ﷺ کے فرمانوں پر عمل کرنے کی توفیق بخشے اور ہماری غلطیوں کو معاف فرما کر جنت الفردوس کا حق دار بنائے۔ آمین!

میری طرف سے قابل احترام بزرگوار حضرت مولانا عبیداللہ عفیف مدظلہ العالی کی خدمت میں سلام عرض کریں اور دعاؤں کے لیے درخواست کریں۔ جواب جلدی دیں۔

محتاج دعا

ڈاکٹر عبدالواحد

گلی نمبر 6 نثار کالونی فیصل آباد

خط کے مندرجات پڑھ کر لطف آ گیا اور ایمان کی کھیتی سرسبز ہو گئی۔ کوئی بھی شخص اس خط سے اپنے لیے صحیح عقیدہ وعمل کے تعین کے لیے صحیح راہ اختیار کر سکتا ہے۔

اب ہم ڈاکٹر صاحب کی زندگی کے آخری ایام تک پہنچ گئے ہیں۔ ان کی صحت بہت اچھی تھی۔ چلتے پھرتے تھے اور مسجد میں ظہر کے وقت آ جاتے اور پھر نماز عشاء پڑھ کر ہی واپس گھر جاتے۔ بسا اوقات جماعتی ساتھی موٹر سائیکل پر بٹھا کر انھیں گھر پہنچا دیتے۔ وفات سے دو اڑھائی سال پہلے کمزوری کے باعث چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے اور اب تو بستر ہی پر پڑے رہتے۔ نماز کا اہتمام کرتے۔ اس بات کا انھیں شدید رنج تھا کہ وہ مسجد میں نہیں جا سکتے۔ اس کا اظہار انھوں نے کئی بار راقم سے کیا اور یہ بات کہتے وقت آبدیدہ ہو جاتے۔ وفات سے ایک سال پہلے رمضان المبارک میں جب آخری دن نماز تراویح ختم ہوئی تو چیخ مار کر رو پڑے۔ فرمانے لگے کیا پتا آئندہ اس ماہ مبارک کو دیکھنا نصیب ہو کہ نہ ہو۔ چند سال سے وہ ماہ رمضان میں اعتکاف بھی نہ کر سکے تھے۔ اب کچھ عرصہ سے ان کی صحت خاصی گر گئی تھی۔ آخر 24 جنوری 2004ء کی دوپہر اس محرم جان نے مختصر علالت کے باعث فردوس کی راہ

اختیار کی۔ اگلے روز 25 جنوری کی صبح دس بجے ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اس میں جماعت اہل حدیث کے اکابر، جامعہ سلفیہ کے اساتذہ اور زندگی کے دیگر شعبوں سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں لوگوں نے شرکت کی۔ نماز ظہر سے پہلے سمن آباد کے قبرستان میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔ مرحوم نے مختلف اوقات میں تین شادیاں کیں۔ پہلی بیوی ایک سال بعد فوت ہوگئی۔ دوسری بیوی سے نباہ نہ ہوسکا۔ 1946ء میں تیسرا نکاح ہوا۔ اس بیوی سے 6 بیٹے اور تین بیٹیاں ہوئیں۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں: حافظ عبدالسلام نجیب، عبداللطیف طاہر، ڈاکٹر عبدالستار، عبدالجبار، عبدالحمید اور عبدالرشید۔

ڈاکٹر صاحب کا قبول اسلام

ڈاکٹر صاحب اپنے خودنوشت حالات میں لکھتے ہیں:

آج سے تقریباً ساٹھ سال پیشتر اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مہربانی سے مجھ جیسے گنہگار کو کفر کی تاریکیوں سے نکال کر اسلام کی نورانیت سے منور فرمایا۔ پہلے اتنا طویل عرصہ تو میں ہچکچاتا رہا کہ جو نوازشات اللہ تعالیٰ نے مجھ ناچیز پر فرمائی ہیں شاید اس کے اظہار کرنے سے میں ریاکاروں اور بڑائی کرنے والوں میں شمار نہ ہو جاؤں۔ لیکن اب اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ توفیق بخشی ہے اور میرے دل میں خیال پیدا کیا ہے کہ میں اسلام میں داخل ہونے کے تمام واقعات اور نوازشات کو ظاہر کروں جو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فرمائی ہیں، شاید کہ کوئی شخص پڑھ کر استفادہ کرے اور میرے لیے صدقہ جاریہ بن جائے۔ کوئی شخص اپنے اندر یہ کمال نہیں رکھتا بجز اس کی مہربانی ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک دفعہ مجھے لڑائی کے معاملے میں جیل جانا پڑا۔ لڑائی میں حصہ لینے والے ہم دو شخص تھے۔ میری عمر اس وقت تقریباً 19 سال کے لگ بھگ تھی اور میرے ساتھی کی عمر اندازاً 26,25 سال ہوگی۔ فریق مخالف کو سخت چوٹیں آئیں اور دفعہ 307 کے

تحت پرچہ ہو گیا۔ یہ 1938ء کی بات ہے۔اس وقت تمام ہندوستان پر انگریز کی حکومت تھی۔ جب میں پہلے دن ہی جیل گیا اور پولیس مجھے لے گئی تو جیل کا دروازہ دیکھتے ہی میرے دل میں ایک خیال پیدا ہوا کہ دیکھ تو نے جرم کیا اور تو جیل آ گیا۔ اب تیرے ساتھ نہ تیرے ماں باپ، نہ رشتے دار، نہ عزیز واقارب کوئی نہیں آیا۔ قیامت کے دن بھی ایسا ہی ہوگا۔ جس نے جو جرم کیا ہوگا وہ خود ہی اپنے کیے کی سزا بھگتے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً ہی میرے دل کی کایا پلٹ دی۔ بجائے اس کے کہ میں ہندو مذہب ہوتے ہوئے ہندو مذہب کی کتابوں میں سے اللہ کو راضی کرنے کے لیے کوئی وظیفہ کرتا فوراً ہی میرا دل اسلام کی طرف پلٹ گیا۔ اب میں نہیں سمجھتا کہ میرا دل اتنی جلدی بغیر کسی تبلیغ اور بغیر کسی کتاب پڑھنے کے، بغیر کسی راہنمائی، اور بغیر کسی سوسائٹی کے کیسے بدل گیا۔ اور یہ بھی پھر خالص اسلام کی طرف۔ یہ عقدہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ اب بھی میں اگر دماغ دوڑاؤں تو میری عقل رسائی نہیں کرتی، نہ مجھے بغیر کسی سبب کے اتنی جلدی بدلنا سمجھ میں آتا ہے۔ سوائے اس کے کہ اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ آپ کیسے مسلمان ہوئے اور کیا خوبی دیکھ کر اسلام میں داخل ہوئے تو میرے پاس اس کے سوائی کوئی جواب نہیں: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَآ اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ یعنی میرے اسلام لانے کا اصل سبب خالص اللہ کی مہربانی ہے۔ اس کے سوا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔ جیل میں غالباً پہلے دن میں نے کسی قیدی سے وضو کرنا سیکھ لیا تھا۔ جیسے بھی آیا اس نے مجھے بتایا۔ عام مجلسوں میں سنے سنائے لفظوں کے باعث میں کلمے کے الفاظ کو جانتا تھا۔ کیونکہ پاکستان بننے سے تقریباً آٹھ نو سال پہلے کا واقعہ ہے جب کہ ہندو مسلمان سکھ وغیرہ سب اکٹھے رہتے تھے۔ ہر ایک تقریباً ایک دوسرے کی باتوں کو اور کلمہ کو جانتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہی مجھے اس کلمہ کو پڑھنے کی طرف راغب فرمایا۔ کیونکہ مجھے نہ تو اس کے فضائل کا ہی اتنا علم تھا اور نہ ہی مجھے اس کی اتنی اہمیت کسی نے بتائی تھی، جتنی کہ بعد میں اللہ تعالیٰ نے مجھے

دکھائی۔کلمہ طیبہ کا میری زبان پر جاری کر دینا اور مجھے اس کے پڑھنے کا خیال پیدا کر دینا یہ بھی میرے بس کی بات نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین کا ہی احسان ہے۔ میں ہر روز شام کو جیل کی کوٹھری میں بند ہونے سے پہلے وضو کر لیتا اور بیٹھ کر کلمہ طیبہ کا ورد شروع کر دیتا۔ مجھے پڑھتے جب تین دن ہوئے تو میرے اندر ایک لہر سی پیدا ہوگئی، جس سے میرا شوق اور بڑھ گیا۔ جب مجھے تقریباً چار ماہ پڑھتے ہوئے ہو گئے تو میں رات کو نیم سویا ہوا تھا یعنی جاگو میٹا، تو میں نے ایک کوٹھی میں سے ایک روشنی دیکھی۔ میں سمجھا کہ شاید کسی نے باہر سے بیٹری کی لائٹ ماری ہے۔ سردیوں کے دن تھے۔ رات کا وقت تھا جب میں سونے لگا اور کمبل منہ پر لیا تو میرے کمبل میں بھی روشنی۔ جب میں نے آنکھیں بند کیں تو بند آنکھوں کے سامنے روشنی۔ اب جب میں اندھیرے میں بیٹھا ہوتا تو میری آنکھوں کے سامنے نور کی شعاعیں اٹھتی رہتیں۔ لیکن اس روشنی میں کوئی چیز نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اب یہ روشنی اور شعاعیں مسلسل دکھائی دینے لگیں اور روز کا یہ معمول بن گیا۔ یہ اچنبے کی چیز دیکھنے کی وجہ سے میرے ایمان میں اور زیادہ اضافہ ہوا۔ زمین پر چلتا تو مجھے ایسا معلوم ہوتا کہ جہاں قدم رکھتا ہوں زمین نیچے ہو جاتی ہے۔ یہ واقعات دیکھ کر میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ دراصل کلمہ طیبہ کی برکت ہی کا نتیجہ ہے کہ یہ جو مجھے نور دکھائی دیا ہے اور زمین بھی احتراماً نرم ہو جاتی ہے۔ یہ وظیفہ میرا معمول بن چکا تھا۔ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، دن رات جتنی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرماتا، میں اسے متواتر پڑھتا رہتا۔ اب میرے اندر ایک اور چیز پیدا ہوگئی کہ اس کلمہ کے مسلسل وظیفہ کی وجہ سے میرے اندر ایک کرنٹ پیدا ہوا کہ کلمہ شریف پڑھتے ہی اگر میں چند منٹ بھی غافل ہوتا تو فوراً مجھے جھٹکا لگتا اور بے اختیار میری زبان پر کلمہ طیبہ کا ورد جاری ہو جاتا۔ اب تو اس مبارک وظیفہ کو جاری رکھنے میں میرے بس کی بات نہ رہی تھی۔ ادھر ذرا غفلت ہوئی ادھر فوراً جھٹکا لگا۔ بے اختیار زبان پر وظیفہ جاری ہو جاتا۔ اب ہمارے کیس کی تمام کارروائی مکمل ہونے کے

بعد عدالت نے فیصلہ دے دیا مجھے چار سال قید با مشقت اور ساٹھ روپے جرمانہ اور میرے ساتھی کو پانچ سال قید با مشقت۔ اب میں لاہور جیل میں قید کے دن گزار رہا ہوں۔ ادھر میرے گھر والوں نے لاہور ہائی کورٹ میں ایک وکیل کے ذریعے اپیل دائر کر دی اور میرے ساتھی نے رحم کی اپیل کی۔ اب اپیلوں کی تاریخ نکلنے میں سات آٹھ مہینے گزر گئے۔ ہائی کورٹ سے پہلی تاریخ نکلی تو میرا وکیل ہائی کورٹ پہنچا۔ ہائی کورٹ نے چند دن آگے کی تاریخ دے دی۔ اس کی مجھے اطلاع آئی۔ اب جو ہمارا وکیل دوسری تاریخ پر پہنچا تو عدالت نے اور تاریخ دے دی۔ اس کی بھی مجھے خط کے ذریعے اطلاع آئی کہ اور تاریخ پڑ گئی ہے۔ اب جو تیسری تاریخ عدالت نے دی وہ 8 فروری 1938ء کی تھی۔ یہ تمام واقعات اسلام لانے کے پیشتر کے ہیں۔ اسلام لانے سے پیشتر ابھی کئی اور واقعات اللہ پاک نے اپنی خاص مہربانی سے اپنے بندے کے دل کو مطمئن کرنے اور اسلام میں داخل کرنے کے لیے پیش فرمائے۔ ورنہ اس سے پہلے جو میں دیکھ چکا ہوں صداقت اسلام کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ الحمد للہ، الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

اب میں جیل میں رہتے ہوئے دعا کیا کرتا تھا کہ یا باری! مجھے جیل سے باہر نہ نکالنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں باہر جا کر گھر والوں میں مل جل کر اس نعمت سے محروم ہو جاؤں۔ جب کبھی قید و بند کی صعوبتوں سے پریشان ہوتا تو یہ دعا بھی کرتا کہ یا باری تعالیٰ! مجھے یہاں سے لے چل۔ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمتیں ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جسے ہدایت پر رکھنا چاہے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ **مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَه‘** اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دینا چاہے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ خواہ جیل کے اندر ہے یا باہر۔ اب آگے سنیے۔ اللہ پاک نے ایک اور عجوبہ پیش فرمایا۔ میرے ایمان کو اور پختہ کر دیا۔ وہ یہ کہ میری اپیل کی تاریخ 8 فروری 1938ء ہائی کورٹ نے دی اور میرے بری ہونے کے آرڈر 7 فروری کو آ گئے۔ اب بری ہو کر میں ماموں جان جو کہ قلعہ گوجر

سنگھ لاہور میں رہتے تھے، کے پاس گیا تو وہ بجائے خوش ہونے کے ڈر گئے۔ کہنے لگے کیا تو جیل سے دوڑ کر تو نہیں آ گیا۔ ہم تو ابھی وکیل کے پاس سے آئے ہیں کہ تاریخ کل 8 فروری ہے۔ کل ہائی کورٹ کی عدالت میں جانا ہے۔ میں نے ماموں جان کو تسلی دی کہ میں تو جیل سے آیا ہوں جیسے کہ بری شدہ شخص قانونی تقاضوں کے مطابق جیل سے رہا کیا جاتا ہے۔ پھر ان کا سانس میں سانس آیا۔

میری والدہ صاحبہ پچاس ساٹھ میل کے فاصلے پر تھیں۔ انھوں نے کل آٹھ فروری کو عدالت کا فیصلہ سننے کے لیے لاہور آنا تھا۔ مجھے ماموں جان نے فرمایا کہ ابھی رات کے گیارہ بجے گاڑی جاتی ہے۔ اس پر سوار ہو کر رات کو ہی گھر پہنچ جانا کہ تمھاری والدہ پریشان یہاں پہنچے گی۔ اسے اطلاع دے دو۔ اب میں لاہور سے گاڑی پر سوار ہوا اور آدھی رات کو گھر پہنچا۔ کیونکہ والد صاحب فوت ہو چکے تھے اور سارا بوجھ والدہ صاحبہ پر تھا۔ جب میں نے اپنے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا اور والدہ صاحبہ کو آواز دی تو وہ ڈر گئیں اور دروازہ نہ کھولا۔ پھر مجھ سے نام پوچھا میں نے اپنا نام بتایا پھر پوری تسلی کرنے کے بعد دروازہ کھولا۔ کہنے لگیں! تاریخ تو کل تھی تو آج کیسے آ گیا۔ پھر میں نے انھیں بتایا اور تسلی دی۔ اس واقعہ کی تہہ میں جو بات میرے لیے ایمان افروز تھی وہ یہ تھی کہ اللہ نے چاہا کہ میں اپنے بندے کو عدالتی بحث وتمحیص کے بغیر ہی بری کرادوں۔ اگر جج صاحبان کی بحث وتمحیص کے بعد ہی یہ بری ہو تو اس کے ایمان کو جلا کیسے ملے گی۔ وکیل گھر پر بیٹھا ہو، عدالت نے آٹھ تاریخ دی ہو اور عدالت بھی عام نہ ہو بلکہ ہائی کورٹ کہ جس کی وکالتی بحث پر نظر ثانی نہ ہو۔ پھر میں اپنے بندے کو مقررہ تاریخ سے ایک دن پہلے بری کردوں تو یہ انہونی اور مثالی بات ہوگی اور میرے بندے کے لیے ایمان میں اضافے کا باعث بنے گی اور پھر ہوا بھی اسی طرح الحمدللہ۔

جب میں نے ہر طرف سے سنا کہ تاریخ تو کل تھی آج کیسے آ گیا تو فوراً ہی میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مہربانی سے یہ واقعہ پیش فرما کر میرے لیے

مزید ایمان کا باعث بنایا۔ میں نے کہا کہ اگر میں ہائی کورٹ کی دی ہوئی تاریخ پر بری ہو جاتا تو یہ عجب بات نہ تھی۔ میرے مولا نے یہ ثابت کر دیا کہ میرا بندہ یہ خیال نہ کرے کہ میں پیسوں سے چھوٹا ہوں، میں وکیل کی قابلیت سے بری ہوا ہوں۔ میں نے اپنے رشتے داروں کی کوشش سے جیل سے نجات پائی۔ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی خاص مہربانی سے بری فرمایا اور ثابت کر دیا کہ جو میں کرنا چاہتا ہوں اور جب چاہتا ہوں نہ وہاں پیسے کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ وکیل کی احتیاج، نہ رشتے داروں کی معاونت اور نہ بری ہونے کے لیے عدالت کی مقرر کردہ تاریخ کی ضرورت۔ جب میں کسی کام کا ارادہ کرتا ہوں وہ کام فوراً ہو جاتا ہے۔

میرے بھائیو اور دوستو! کیا یہ عجوبہ نہیں؟ اس واقعہ نے میرے ایمان کو بہت تقویت پہنچائی۔ میرا جو دوسرا ساتھی تھا، جسے پانچ سال سزا ملی تھی اس کی اپیل نامنظور ہوئی اور وہ پوری سزا بھگت کر رہا ہوا۔

اب آگے سنیے! ایک دفعہ میں کہیں سے آ رہا تھا۔ مجھے شہد کی دو مکھیاں لڑیں اور انھوں نے دو جگہ کاٹا۔ میں نے کلمہ کی برکت آزمانے کے لیے ایک جگہ تو کلمہ پڑھ کر دم کر دیا اور اپنی لب لگا دی اور دوسری کو ویسے ہی رکھا۔ جس پر کلمہ شریف پڑھ کر لب لگائی اس پر سوزش نہ ہوئی اور جس پر یہ دم نہ کیا اس پر سوزش ہوئی۔ یہ واقعہ بھی میرے لیے کلمہ کی تاثیر اور میرے یقین میں اضافے کا سبب بنا۔

ایک اور واقعہ سنیے! میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ سنا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو مکہ مکرمہ کے کافروں کو معلوم ہوا کہ آپ مدینہ کی طرف جا رہے ہیں تو انھوں نے مشورہ کر کے سراقہ بن مالک کو تیز رو گھوڑے پر سوار کرا کر معاذ اللہ آپ ﷺ کو قتل کرنے کے لیے روانہ کیا۔ جب نبی کریم ﷺ اور ابوبکر صدیق نے دیکھا کہ پیچھے گھوڑا سوار گھوڑا دوڑائے آ رہا ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو گھبرا گئے مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا تَخَفْ اِنَّ

اللّٰہ مَعَنَا مت خوف کھا، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ وہ کافر ابھی قریب بھی نہ پہنچا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا گھوڑا زمین کے اندر دھنسا دیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہ کیسے ہوا؟ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میرا گھوڑا ابھی زمین کے اندر دھنس گیا۔ میں حیران رہ گیا، مگر اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ: اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وہ دھنسا کیسے وجہ یہ بنی کہ جس پگڈنڈی پر میں گھوڑے پر سوار جا رہا تھا اس پگڈنڈی کے کچھ راستے کے بیچ کیڑوں کی بہت بڑی بل تھی اور ساتھ والی زمین میں تازہ پانی لگا ہوا تھا۔ وہ پانی اس بل میں پڑتا رہا۔ وہ بل بڑی گہری تھی۔ جب بل میں پانی پڑا تو مٹی بہت ہی نرم ہوگئی۔ اب جونہی گھوڑا وہاں سے گزرا تو وزن کی وجہ سے زمین میں دھنس گیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گھوڑا آرام سے بھی گزر سکتا تھا اور بغیر دھنسے بھی گزر سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے گنہگار بندے کو واقعہ کی صداقت کی اس طرح تصدیق فرما دی۔ اور میرے لیے یہ واقعہ ایمان اور اسلام کی صداقت کا باعث بنا۔

ایک واقعہ اور پڑھیے:

ایک دفعہ میری والدہ صاحبہ کو داڑھ میں درد ہوا۔ والدہ صاحبہ نے کچھ سیاہ مرچیں دیں اور کہا کہ فلاں گھر کوئی پیر صاحب آئے ہیں ان سے دم کروا کر لاؤ تاکہ میری داڑھ کو آرام ہو۔ اب جو میں وہاں گیا تو معلوم ہوا کہ پیر صاحب تو وہاں سے چلے گئے ہیں۔ جب میں اپنے گھر کے قریب پہنچا تو مجھے ایسے ہی خیال آ گیا کہ میں جو لا الٰہ الا اللہ کا وظیفہ کرتا ہوں تو میں خود ہی کیوں نہ دم کر دوں، شاید اللہ آرام دے دے۔ چنانچہ میں نے چند مرتبہ کلمہ مبارک پڑھ کر دم کر دیا اور وہ مرچیں والدہ صاحبہ کو جا کر دے دیں۔ والدہ صاحبہ نے جونہی ان میں سے ایک مرچ منہ میں رکھی اللہ تعالیٰ نے ان کو آرام دے دیا۔ جب میں نے سنا کہ والدہ صاحبہ کو آرام آ گیا ہے تو میرا دل بہت خوش ہوگیا۔ میری والدہ صاحبہ نے وہ مرچیں کئی سال اپنے پاس رکھیں۔ جب وہ تھوڑی رہ جاتیں تو ان میں اور مرچیں ملا لیتیں۔ اللہ پاک ان کو ان مرچوں

سے شفا دے دیتا۔

اللہ تعالیٰ کے انعام کا ایک واقعہ میں آپ کو سنا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جیل کے اندر نور کا انعام عطا فرمایا۔ الحمد للہ وہ نور آہستہ آہستہ اس قدر بڑھ گیا کہ میرے لیے رات کو سونا مشکل ہو گیا، حتیٰ کہ میں ادھر ادھر سر مارتا کہ کسی طرح یہ روشنی میری آنکھوں سے دور ہو تا کہ مجھے نیند آئے۔ آخر تھک تھکا کر مجھے نیند آ جاتی لیکن روشنی دور نہ ہوتی۔

آدھی رات کو جگایا جانا:

اللہ تعالیٰ کی ایک اور مہربانی بھی سنائے دیتا ہوں کہ رات کو جب میں سوتا تو آدھی رات کے بعد یعنی دو تین بجے مجھے اٹھا دیا جاتا۔ ہوتا یہ کہ میں چارپائی پر سویا پڑا ہوں، اگر تو آدھی رات سے پہلے مجھے جاگ آ جاتی تو مجھے کچھ حرکت نہ ہوتی۔ آدھی رات کے وقت، جب میرے اٹھنے کا وقت ہوتا تو میرے سارے جسم کو ہلایا جاتا۔ سردی کا موسم ہوتا، یک لخت رضائی سے نکلنا بھی مشکل۔ کہیں ذرا دیر کرتا تو دوبارہ پھر جسم ہلنا شروع ہو جاتا۔ آخر میں اٹھ بیٹھتا۔ مجھے اس اٹھانے میں بڑا لطف آتا۔ کبھی کبھی اپنے مولیٰ سے پیار کی صورت میں ایسا بھی کرتا کہ مجھے اٹھانے والا اٹھاتا یعنی جسم کو ہلاتا لیکن جان بوجھ کر کھیس مار جاتا اور دل میں کہتا کہ ابھی اٹھتا ہوں۔ تھوڑی دیر ہوتی تو دوبارہ میرا سارا جسم ہلنا شروع ہو جاتا۔ میں پھر کھیس مار لیتا اور دل میں خیال کرتا کہ کیا رب مجھے اٹھاتا ہے۔ سہ بار پھر میرے جسم کو ہلایا جاتا۔ تین دفعہ سے آگے نہ بڑھتا۔ آخر اٹھتا، اٹھ کر وضو کرتا اور بیٹھ کر ورد یعنی کلمہ شریف پڑھنا لا الٰہ الا اللہ پڑھنا شروع کر دیتا۔ اندھیرا ہوتا فوراً آنکھوں کے سامنے وہ نور اور روشنی آ جاتی۔ پڑھتا بھی رہتا اور روشنی سے لطف اندوز بھی ہو لیتا۔ اسی کلمہ طیبہ کی ایک اور صفت بھی بتاؤں کہ اس کے اندر بہت بڑا نشہ ہے اور اتنا لطف ہے کہ سب لذتیں بھول جاتی ہیں۔ اس نشہ

کی حالت میں کسی سے کلام کرتے وقت بڑا زور لگانا پڑتا ہے اور اس نشہ کا اثر کافی دیر تک رہتا ہے۔ یہ سب واقعات اسلام لانے سے پہلے کے ہیں۔ ایک دفعہ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں اپنی مردمی طاقت کو بالکل ختم کرلوں اور ایسی دوائیں استعمال کروں کہ جس سے مجھے عورت اور شادی کی خواہش نہ رہے۔

آپ خود سوچیں جو شخص پے در پے اللہ تعالیٰ کے انعامات سے بہرہ ور ہوتا رہے کیا اس کو چین آسکتا ہے کہ جب تک وہ صحیح معنوں میں مسلمان نہیں۔ مجھے ہر وقت یہ خدشہ لاحق رہتا کہ خدانخواستہ کہیں میں والدین کے گھر فوت نہ ہو جاؤں۔ پھر یہ مجھے اپنے رسم و رواج کے مطابق آگ میں ڈال کر جلا دیں، جیسے کہ ہندو کرتے ہیں۔ دعائیں کرتا رہتا کہ یا باری تعالیٰ کوئی ایسا سبب پیدا کر کہ میں ظاہری طور پر بھی کلمہ پڑھ لوں، اور ان سے الگ ہو جاؤں۔ اگر میں کسی مسلمان کو کہتا کہ مجھے کہیں لے جا کر مسلمان کردو تو وہ ہمارے گھر والوں سے ڈرتا، میں اپنی والدہ کے ساتھ رہتا تھا۔ کیونکہ میں سب سے چھوٹا تھا اور بڑے بھائی علیحدہ تھے۔ میری ابھی شادی نہ ہوئی تھی۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے سمجھایا کہ تو خود ہی ہمت کر کے ایک دن اپنی والدہ سے کہہ کہ مجھے اپنے گورو کے پاس جانا ہے، مجھے اجازت دیجیے۔ ہندوں اور سکھوں کے جو بزرگ ہوتے ہیں ان کو وہ گرو کہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اگر میں کہوں کہ میں نے مسلمان ہونا ہے تو یہ کبھی برداشت نہ کریں گی اور میرے ساتھ بہت سختی کریں گے۔ اس لیے میں نے گورو کے پاس جانے کی اجازت چاہی کہ میں کہیں دور دراز کسی اور علاقے میں جا کر مسلمان ہو جاؤں تا کہ میرے رشتہ داروں کو پتا نہ چلے۔ اس وقت ہماری رہائش لاہور قلعہ گوجر سنگھ میں تھی۔ آخر والدہ نے تین چار دن کے لیے گورو کے پاس جانے کی اجازت دے دی۔ ضلع جھنگ کے علاقے میں جا کر میں مسلمان ہو گیا۔ ایک مولوی صاحب نے کلمہ شہادت پڑھایا۔ الحمدللہ، الحمدللہ، ثم الحمدللہ!

باطنی طور پر تو میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے پہلے ہی مسلمان ہو چکا تھا۔ اب

ظاہری طور پر بھی مسلمان ہو گیا۔ اب میرا نام رکھنے کی باری آئی۔ کئی نام انھوں نے تجویز کیے۔ اب منہ سے تو میں بات نہ کرتا تھا کیونکہ اجنبیت تھی۔ معاملہ بھی انوکھا تھا۔ مختلف مشورے ہوتے رہے۔ جو چند آدمی وہاں موجود تھے مولوی صاحب سے مشورے کرتے رہے۔ میرے دل میں بھی تجویز شدہ نام تھا۔ الحمدللہ اسی نام پر آ کر سب کا اتفاق ہو گیا۔ جو میرے ذہن میں تجویز شدہ تھا۔ مجھے اس سے بھی بہت خوشی ہوئی۔ مجھے آنے جانے اور رہنے میں دس بارہ دن لگ گئے۔ والدہ بڑی پریشان ہوئیں کہ تین چار دن کا وعدہ کیا تھا دس بارہ دن ہو گئے ہیں۔ گورو کے پاس جانے کا کہہ گیا ہے۔ یہ بھی نہیں بتایا کہ کس جگہ جانا ہے۔ آخر دس بارہ دن کے بعد میں گھر پہنچا۔ جہاں میں مسلمان ہوا تھا، وہاں سے مولوی صاحب سے میں نے پوچھا کہ اب میں کھانے کا کیا کروں۔ پہلے تو ان کے ساتھ رہتا تھا، گھر سے ہی کھاتا پیتا تھا۔ اب الحمدللہ مکمل طور پر مسلمان ہو چکا ہوں۔ انھوں نے فرمایا کہ اب تم اپنے گھر کا کھانا نہیں کھا سکتے، کیونکہ اب تم مسلمان ہو چکے ہو اور وہ غیر مسلم ہیں۔ اب تمھارے اور ان کا کوئی تعلق نہیں رہا۔ ہاں ان کے برتنوں کو دھو دھا کر پاک صاف کر کے اپنے ہاتھ سے ان برتنوں میں کھانا پکا کر کھا سکتے ہو۔ میں نے سوچا کہ ابھی گھر تو میں نے جانا ہی جانا ہے، کیا تجویز ہو کہ میں گھر کا کھانا نہ کھاؤں۔ آخر قدرت کی طرف سے میرے دل میں تجویز آئی کہ میں گھر جا کر اپنی والدہ اور ماموں وغیرہ سے کہوں کہ میرے گورو نے حکم دیا ہے کہ بارہ سال تک تو نے اپنے ہاتھ کی روٹی پکا کر کھانی ہے۔ سوچا کہ پتا نہیں کب تک میں گھر میں رہوں گا۔ سال چھ مہینے بتائے تو شاید جلدی میں گھر سے علیحدہ نہ ہو سکوں۔ یہ گزر گئے تو پھر وہ مجھے مجبور کر دیں گے کہ اب کھانا کھاؤ۔ بتاؤں ہی اتنا کہ گزرتے گزرتے بھی کچھ وقت لگے۔ پھر اللہ تعالیٰ کوئی اور سبیل پیدا کر دے گا۔ میں اس تجویز پر پکا ہو گیا۔ اب جو میں گھر پہنچا سب کو بڑی خوشی ہوئی۔ رات کا وقت تھا ۔گھر میں روٹی تیار نہ تھی۔ فوراً ہی ماموں جان نے بازار سے دودھ منگوالیا۔ اب مجھے

کہیں کہ دودھ پیو، میں کہوں کہ میرے گورو نے منع کیا ہے کہ بارہ سال تک کسی کے ہاتھ کی کوئی چیز نہیں کھانی۔ انھوں نے مجھے بہت مجبور کیا لیکن الحمدللہ میں نہ مانا۔ پہلا مرحلہ تھا الحمدللہ میں کامیاب ہوگیا۔ سب نے کہا کہ ایسا کون سا گورو ہے کہ جس نے کہا ہے کہ والدہ کے ہاتھ کی پکی ہوئی کوئی چیز نہ کھانا۔ ہمارے اتنے بڑے بڑے بزرگ ہوئے ہیں۔ کبھی کسی نے والدہ کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیز سے نہیں روکا۔ وہ کون سا بزرگ ہے بتاؤ تو سہی۔ میں نے کہا کہ میرا گورو نرالہ ہے۔ رات گزری، صبح ہوئی تو میں نے والدہ صاحبہ کو کہا کہ مجھے برتن دیجیے۔ اب جو میں کھانا پکانے لگا تو صبح بڑی پریشانی سی ہوئی۔ پہلے آٹا گوندھا، پھر پھونکیں مار مار کر آگ جلائی۔ جلدی آگ نہ جلے۔ ادھر مامی اور دوسری عورتیں مذاق کریں کہ خوب ہاتھ پاؤں کالے کیے ہوئے ہے۔ اور آگ جلا رہے ہو۔ آخر یہ کب تک کرے گا۔ تھک ہار کر چھوڑ دے گا۔ انہیں یہ پتا نہ تھا کہ جس ہستی سے اس کا تعلق جڑ چکا ہے اس کے لیے تو ہر قسم کی قربانی کو یہ سعادت سمجھے گا۔ مجھے وہ بھگت سمجھتے تھے۔ سنسکرت زبان میں بھگت کہتے ہیں کثرت سے عبادت کرنے والے کو۔ مجھے زیادہ کہتے بھی نہ تھے۔ والدہ صاحبہ پریشان ہونا شروع ہوگئیں۔ گھر میں دو افراد ماں علیحدہ پکائے اور بیٹا علیحدہ پکائے۔ اب والدہ کو کھانا نہ سوجھے، ہر وقت روتی رہے کہ میرا بیٹا میرے ہاتھ کی روٹی نہیں کھاتا۔ کچھ دن اس طرح گزرے تو والدہ کے رونے کی وجہ سے میری طبیعت بھی پریشان ہونی شروع ہوگئی۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ گھر سے روٹی کھا کر والدہ کو خوش کروں۔ آخر دعا کی کہ یا باری تعالیٰ مجھے علیحدہ جگہ دے دے۔ نہ والدہ کے پاس رہوں نہ وہ اتنی پریشان ہو۔ ایک دن ماموں جان سے میں نے کہا کہ آپ مجھے دکان لے دیں تاکہ میں اپنے خرچ اور اخراجات کے لیے کام بھی کروں اور وہیں اپنی روٹی بھی پکاؤں تاکہ والدہ کی پریشانی بھی دور ہو۔ الحمدللہ! انھوں نے میری تجویز مان لی اور مجھے بازار میں گھر سے ذرا فاصلے پر دکان لے دی۔ اب میں وہیں دکان میں رہتا، وہیں پکاتا کھاتا۔ وہ انگریز

کا زمانہ تھا۔ ہندو بڑے سرمایہ دار تھے۔ اکثر بڑے بڑے کارخانے، ملیں، دکانیں ہندوؤں کی تھیں۔ دکان تو علیحدہ لے لی۔ کھانا بھی اپنا پکاتا کھاتا لیکن ڈرتا اسلام کا اظہار نہ کرتا۔ سات آٹھ مہینے اسی طرح گزر گئے۔ ہندوں کی ایک رسم تھی کہ ان کے ساتھ کوئی مسلمان لگ جائے یا کھانے پینے کے برتن جسے کوئی مسلمان چھو چکا ہو اس میں کھاتے اور نہ پیتے، بلکہ پھینک دیتے۔ اگر برتن پیتل تانبے کا ہوتا تو اسے تو وہ مٹی یا آگ ڈال کر پاک صاف کر کے استعمال کر لیتے۔ اگر برتن مٹی کا ہوتا تو اسے پھینک کر توڑ دیتے۔ اب ظاہر طور پر مجھے یہ طریقہ اختیار کرنا پڑا۔ میں اپنے گھڑے میں پانی لینے جاتا تو اگر کوئی مسلمان میرے ساتھ چھو جاتا تو میں بھی وہ گھڑا پانی کا وہیں پھینک دیتا، کیونکہ میرے آس پاس کے دکان دار سبھی ہندو تھے۔ اور سب مجھے بھگت سمجھتے تھے۔ دل سے تو میں مسلمانوں سے نفرت نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ نفرت کا اب سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن ظاہری دوری کرنی پڑتی۔ رات کو دو تین بجے صبح اٹھنے کا وہی طریقہ تھا۔ گرمیاں، سردیاں وہی معمول تھا۔ کبھی شیطان مجھے سردی کی وجہ سے روکتا تو میں الحمدللہ اپنے دل کو سمجھانے کے لیے اپنے ہی دل میں دو سوال پیدا کرتا اور اپنے آپ کو مخاطب کرتا اور کہتا کہ اگر شیطان کا بندہ ہے تو سویا رہ اور رضائی سے چمٹا رہ، اور اگر رحمٰن کا بندہ ہے تو اٹھ بیٹھ۔ اب شیطان کا بندہ بننے کو کون پسند کرتا ہے۔ یہ کہتا ہوا کہ میں رحمٰن کا بندہ ہوں، فوراً رضائی کو پرے پھینکتا اور الحمدللہ اٹھ بیٹھتا اور اٹھ کر وضو کرتا اور لا الہ الا اللہ کا ورد شروع کر دیتا۔ نماز تو مجھے آتی نہ تھی، کیونکہ نہ میں ڈرتا کسی کے پاس جاتا اور نہ کوئی مجھے سمجھاتا۔ آخر کچھ عرصہ بعد الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مسجد میں جانے کا سبب پیدا فرما دیا۔ اب مجھے قرآن شریف پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ صبح فجر کی نماز کے بعد مولوی صاحب کے پاس چلا جاتا اور کچھ سبق لے آتا۔ اسی طرح کچھ دن گزر گئے۔ مولوی صاحب کو یہ علم نہ تھا کہ یہ نومسلم ہے۔ ابھی تک یہ ڈرتا ہوا گھر میں محصور ہے۔ مولوی صاحب جو کبھی میری دکان سے گزرتے تو مجھے السلام

علیکم کہتے، مجھے بڑی شرم آتی۔ ہمسایوں کی وجہ سے کہ یہ کیا کہتے ہوں گے۔ پھر میں نے مولوی صاحب کو اپنا راز بتایا کہ آپ میری دکان سے گزرتے وقت مجھے السلام علیکم نہ کہا کریں۔ اب میری والدہ ہر وقت روتی رہتی کہ میرا بیٹا میرے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی کیوں نہیں کھاتا۔ جہاں جہاں عمر رسیدہ بزرگ تھے۔ سمجھانے کے لیے آتے تو میں ایک ہی انکار کر دیتا کہ مجھے گورو نے منع کر دیا ہے۔ اس پر وہ مطالبہ کرتے کہ اپنا گورو بتاؤ تو میں ٹال مٹول کر دیتا۔ آخر انھوں نے مجھے مجبور کر ہی لیا۔ اب میں نے اپنی والدہ کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی کھانا شروع کر دی۔ والدہ بڑے اہتمام سے خوب اچھی طرح گھی لگا کر پراٹھا پکا کر دیتی۔ لیکن وہ مجھے زہر لگنے لگتا۔ آخر مجبور ہو کر کھا لیتا۔ کیونکہ پیٹ میں تو کچھ ڈالنا ہی ہوتا تھا۔ جب دو تین دن اسی طرح گزرے تو میری طبیعت بہت پریشان ہو گئی۔ آخر اللہ تعالیٰ سے دعا کی یا باری تعالیٰ مجھے یہاں سے نکال دے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مہربانی سے سبیل پیدا کر دی۔ جس کے پاس میں قرآن شریف پڑھتا تھا ان کا اسم گرامی مولانا عبداللہ تھا۔ یہ میرے اسلام کی نعمت عظمیٰ سے مستفیض ہونے کے بعد میرے پہلے استاد ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں دنیا و آخرت کی ہر پریشانی سے محفوظ رکھے اور ان کا خاتمہ اسلام پر فرمائے۔ آمین۔ انھوں نے مجھے مشورہ دیا کہ میں تمھیں مولانا داود غزنوی کے پاس مسجد چینیاں والی لاہور چھوڑ آتا ہوں۔ میں نے پسند کر لیا۔ وہ مجھے وہاں چھوڑ آئے۔ مسجد میں مدرسہ بھی قائم تھا اور بیرونی بچے قرآن وسنت کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ باقاعدہ ابتدا سے لے کر بخاری شریف تک تعلیم کا سلسلہ تھا اور بچوں کو قرآن شریف کے پڑھانے کے لیے قاری صاحب کا بندوبست تھا۔

محترم قاری صاحب جن کا اسم گرامی قاری فضل کریم صاحب تھا، جو کہ سبعہ کے قاری بھی تھے۔ یعنی سات قراءتوں سے قرآن شریف پڑھے ہوئے تھے اور لکھنو کے سند یافتہ تھے۔ الحمدللہ قرآن شریف پڑھنے کا ان سے شرف حاصل ہوا قاعدہ سے۔

لے کر والناس تک عرصہ پانچ ماہ میں الحمدللہ قرآن شریف ختم ہوا اس کے ساتھ ساتھ فارسی، عربی کی تعلیم اور نماز اور نماز کا ترجمہ اور کچھ قرآن پاک کا ترجمہ وغیرہ بھی جاری رہا۔ جب امتحان ہوا تو ساری جماعت میں سے اللہ تعالیٰ نے اول آنے کی سعادت بخشی اور مسجد کی انجمن نے انعامات سے نوازا۔ مجھے مسلمان ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن پاک کی نورانی کتاب ہونے کی بشارت فرمائی۔ واقعہ یہ ہے کہ الحمدللہ میں صبح آدھی رات کے بعد اٹھتا اور حسب معمول وضو کر کے قریب ہی ایک مسجد وہاں جا کر لا الٰہ الا اللہ کا ذکر جاری رکھتا اور نمازیوں کے آنے سے تھوڑی دیر پہلے میں وہاں سے اٹھ آتا، تاکہ کسی نمازی کو میرا پتا نہ چل جائے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ میرے رشتہ داروں کو بتا دیں، تو وہ مجھے ماریں یا تنگ کریں۔ جب میں مسجد سے اٹھتا تو سیدھا نسبت روڈ لاہور پر عبدالکریم روڈ سے باہر وہاں ایک گراؤنڈ تھی سورج نکلنے تک وہاں ذکر کرتا رہتا۔ مجھے سوائے کلمہ طیبہ کے اور کچھ نہیں آتا تھا۔ وہی پڑھتا میں ایک دن واپس گھر آ رہا تھا کہ مجھے راستہ میں ایک شخص ملا جو کچھ کتابیں اٹھائے ہوئے تھا۔ میں سمجھا کہ اس کے پاس قرآن شریف ہے۔ اب میرا ان کا ٹکراؤ ایسی جگہ ہوا کہ جہاں اس نے مغرب کی طرف جانا تھا اور میں نے مشرق کی طرف۔ میں چونکہ یہ خیال کرتا تھا کہ اس کے پاس قرآن شریف ہے اور قرآن شریف کی طرف میری پیٹھ نہ ہو۔ گلی کے رستہ کا وہ حصہ جو کہ میرے مشرق کی طرف سیدھا جانے سے قرآن مجید کو پیٹھ ہو سکتی تھی میں ٹیڑھا ہو کر چلتا تاکہ سیدھا چلنے سے قرآن شریف کی طرف پیٹھ نہ ہو جو کہ ادباً، اخلاقاً میں ایمان کا حصہ سمجھتا تھا۔ اتفاق سے تین دن ایسا ہی ہوا۔ وہ بھی گلی میں آتا اور میں بھی تقریباً وہیں پہنچ جاتا۔ میں حسب معمول اسی طرح ٹیڑھا چلتا اور اس طرف کمر نہ کرتا تاکہ احترام اور ادب میں فرق نہ آئے اور میں گنہگار نہ ہو جاؤں۔ جب تین دن ایسا ہی ہوا تو تیسری رات میں سویا ہوا تھا کہ آدھی رات کے قریب میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سامنے قرآن شریف کا

ایک ورق آیا ہے اور اس ورق سے ہر حرف اٹھتا ہے اور نور کا شعلہ بن جاتا ہے۔ اس طرح سارے حروف شعلہ بن گئے اور میرے چہرے پر آئے اور سارے چہرے سے ہو کر واپس چلے گئے۔ میری آنکھ کھل گئی اور میں بہت ہی خوش ہوا۔ وہ اللہ کا نور دیکھنا اس کے اندر جو نور ہے وہ اصل میں کتاب وسنت ہے۔ اس قرآن مجید کا ہر حالت میں احترام کرنا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی ادب واحترام نہیں کہ نہ اس کی طرف پاؤں کرو، نہ ہی پیٹھ کرو جب اٹھاؤ تو ادب سے جب رکھو تو بڑے ہی ادب سے۔ اصل ادب اس کے با ترجمہ پڑھنے، غور کرنے اور پھر عمل کرنے میں ہے۔ اب مجھے کسی سے پوچھنے یا شک وشبہ میں پڑنے کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کا خاص انعام نہیں کہ کوئی غیر مسلم ہندو سکھ میرے رشتہ دار مجھے مغالطہ میں ڈال سکتے تھے۔ ہر گز نہیں۔ یہ بھی ثابت کرنے کے لیے ہر زیر ہر زبر ہر حرف نور ہی کا ہے اور جو فرمایا کہ مومن کی فراست سے ڈرو۔ یہ واقعات ہیں۔ یہ میرا کمال نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے جو کہ ہر قدم پر اپنے انعامات سے مجھے نوازتا چلا جارہا ہے اور مجھے شک وشبہ سے دور کرتا جارہا ہے۔ اب میں نے مسجد میں رہنا شروع کر دیا۔ دن رات وہیں رہتا اور ڈرتا بھی رہتا کہ کوئی میرا رشتہ دار دیکھ نہ لے۔ اور میرا راز فاش نہ ہو جائے۔ میری والدہ، ماموں اور میرے رشتہ دار لاہور ہی میں تھے اور مولانا داود غزنوی کی مسجد چینیا نوالی ڈبی بازار کے قریب کوچہ چابک سواراں میں تھی۔ میں تو مسجد چینیا نوالی آ گیا ادھر میری والدہ صاحبہ کو بیٹے کے کہیں چلے جانے کی وجہ سے سخت صدمہ ہوا۔ ماموں بڑے پریشان ہوئے اور رشتہ دار بھی پریشان ہوئے۔ اب جہاں میری واقفیت تھی اور میرے دوست تھے یا جہاں انھیں شبہ تھا وہاں وہ گئے۔ بڑا تلاش کیا۔ بڑے پریشان ہوئے۔ والدہ ہر وقت پریشان رہتی اور اکثر روتی رہتی۔ آپ کو معلوم ہے کہ جس ماں کا بیٹا اور خدمت گزار بھی وہی ہو اور وہ گم ہو جائے اور آنکھوں سے اوجھل ہو جائے تو اس ماں کا کیا حشر ہوگا۔ صدمے سے ماں ہر وقت تڑپتی رہتی۔ آخر

ایک دن آیا کہ انھیں پتا چل ہی گیا۔ قدرت کی اس میں بھی کوئی بہتری تھی۔ کیونکہ قدرت کے ہر کام میں بہتری ہوتی ہے۔ خواہ ناقص عقل وہاں تک رسائی نہ کر سکے۔ ہوا ایسے کہ مولانا سید داود غزنوی کے پیچھے کسی شخص نے آ کر جمعہ پڑھا وہ شخص ایسا تھا جو میرے ماموں کا دوست تھا۔ پتا تو اکثر ملنے والوں کو چل گیا تھا کہ ان کا بھانجا کہیں گم ہو گیا ہے۔ وہ مجھے جانتا تھا۔ اس نے مجھے وہاں جمعہ پڑھتے دیکھا۔ جب وہ جمعہ پڑھ کر واپس گوجر سنگھ گیا تو اس نے جا کر میرے ماموں جان کو بتا دیا کہ تمھارا بھانجا میں نے وہاں دیکھا ہے۔ پوا پتا دے دیا۔ اب آئندہ جمعہ میری والدہ اور ماموں مسجد چینیاں والی آ گئے۔ مسجد کے اس وقت دو دروازے تھے۔ ایک دروازے کے باہر ماموں بیٹھ گئے اور دوسرے کے سامنے والدہ صاحبہ بیٹھ گئیں۔ ان کا خیال تھا کہ یہ جب جمعہ پڑھ کر باہر نکلے گا اور جس دروازے سے بھی نکلے گا ہم اس کو پکڑ لیں گے لیکن میں باہر نہ نکلا کیونکہ میں تو مسجد میں ہی رہتا تھا۔ اب میرے اسلام لانے کے بعد پہلے امتحان کا وقت آ گیا۔ کوئی شخص ادنیٰ سے امتحان میں بھی کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک اللہ تعالیٰ کی مہربانی اس میں شامل نہ ہو۔ میں لڑکوں میں مسجد کے اندر بیٹھا ہوا تھا۔ جب سب لوگ چلے گئے تو میری والدہ صاحبہ اور ماموں جان آ گئے اور میرے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ اب میں نے جب اوپر دھیان کیا تو میرے حواس اڑ گئے۔ میں نے چھوڑنے کی کوشش کی لیکن میری والدہ نے فوراً ہی مجھے پکڑ لیا اور اتنی مضبوطی سے پکڑا کہ میں نے بڑا زور لگایا مگر والدہ نے میرا ہاتھ نہ چھوڑا۔ اگر میرا ہاتھ چھوٹ جاتا تو میں نے پنجاب میں نہیں رہنا تھا کسی دور دراز دہلی وغیرہ چلا جاتا لیکن اللہ تعالیٰ کی اس میں بھی حکمت تھی۔ میں جوان، والدہ بوڑھی، ایک جھٹکے میں بھی میرا ہاتھ چھوٹ سکتا تھا۔ اس کی حکمتیں وہی جانتا ہے۔ آخر زور لگا کر تھک ہار کر بیٹھ گیا۔ والدہ اور ماموں نے رونا شروع کر دیا۔ رو رو کر جب خاموشی اختیار کی تو مجھے کہنے لگے کہ گھر چلو، میں نے کہا: اب میں گھر تو نہیں جا سکتا۔ انھوں نے بار بار اصرار کیا، میں نے الحمد

للہ بار بار انکار کیا۔ جب وہ مایوس ہو گئے تو اب عصر کا وقت آ گیا۔ مولانا غزنوی نماز پڑھانے کے لیے اپنے مکان سے نیچے اترے تو میری والدہ نے جھٹ جا کر اپنا سر مولانا غزنوی کے پاؤں پر رکھ دیا۔ وہ فوراً پیچھے ہٹ گئے۔ انھوں نے فرمایا: کیا بات ہے؟ والدہ نے عرض کیا: یہ میرا لڑکا ہے، آپ کے پاس آ گیا ہے۔ آپ اسے گھر جانے کی اجازت دیجیے۔ مولانا داود غزنوی نے میرے نزدیک بہت ہی دل آزار الفاظ فرمائے۔ مائی! اس مسجد کے دو دروازے ہیں جس دروازے سے چاہے چلا جائے، ہم نہیں روکتے۔ مولانا کے ان الفاظ نے اور اس جواب نے میرے دل پر بہت برا اثر ڈالا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے مجھے بہت کچھ دکھا دیا تھا۔ میرے دل میں فوراً خیال آیا کہ مولانا صاحب نے اگر اپنی مسجد میں نہ رہنے دیا تو میں کسی اور مسجد میں چلا جاؤں گا۔ لیکن ان کے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ مولانا پھر میری طرف مخاطب ہوئے اور میرا نام لے کر کہا کہ تمھارا کیا خیال ہے؟ میں نے جواب دیا کہ یہ تو جانے کا کہتے ہیں، میں تو قلعہ گوجر سنگھ کی طرف منہ تک نہیں کرنا چاہتا۔ یہ تھا میرا پہلا امتحان جس میں الحمدللہ مجھے کامیابی ہوئی ورنہ میں خیال کرتا کہ یہ مسلمان ہیں جن کے پاس میں سب کچھ چھوڑ کر آیا ہوں اور اسلام قبول کیا۔ انھوں نے کوئی اطمینان بخش جواب نہیں دیا۔ اور میرے اسلام میں آنے کو کوئی اہمیت نہ دی بلکہ یہ کہا کہ مسجد کے دو دروازے ہیں جس دروازے سے چاہے چلا جائے۔ میں اس بات کو دل میں رکھ کر ان کے ساتھ چلا جاتا تو میری آخرت کا بیڑا غرق ہو جاتا لیکن الحمدللہ، ثم الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کا کوئی حربہ نہ چلنے دیا اور مجھے ثابت قدم رکھا۔ شام کو نماز کے بعد مولانا نے درس دیا تو میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ آج تو تم کامیاب ہو گئے۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے۔ اب جب انھیں پتا چل گیا تو والدہ کی آمد کا اور رشتہ داروں کے آنے کا تانتا بندھ گیا۔ کبھی چچا آ رہے ہیں، کبھی پھوپھیاں، کبھی کوئی رشتہ دار، کبھی کوئی رشتہ دار مجھے موچی دروازہ لاہور کے باہر جو

باغیچے ہیں، ان میں لے جاتے۔ کئی ماہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اب سب نے بیٹھ کے مشورہ کیا کہ کیوں نہ ہو کہ ہم لاہور کے کسی بڑے پنڈت کے پاس اس کو لے چلیں شاید کہ ان کے سمجھانے سے یہ سیدھا ہو جائے اور مان جائے۔ اس مہم کو سر کرنے کے لیے انھوں نے گوالمنڈی سے ایک بہت بڑے تعلیم یافتہ جہاندیدہ کسی کالج میں پروفیسر اور وہ بھی کانگریس کا بڑا لیڈر تھا، کو تجویز کیا۔ اب والدہ صاحبہ اور ماموں جان آئے اور کہنے لگے کہ ہم نے تجھے ایک بہت بڑے پنڈت کے پاس لے کر جانا ہے۔ میں والدہ کی وہ بات جو عام معاملے میں ہوتی تھی، انکار نہیں کرتا تھا۔ میں نے جواب دیا جہاں بھی لے جانا چاہو لے چلو۔ اپنی نوازشات اور انعامات کی جو اسلام لانے سے پیشتر اور بعد از اسلام آئے دن ہوتے رہتے تھے اور ان کا تسلسل جاری تھا۔ میرے دل میں الحمد للہ ذرا بھر کھٹکا نہیں ہوتا تھا کہ ان کے کفر کا جادو میرے اوپر چل سکتا ہے۔ آخر وہ مجھے لے گئے۔ میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ ایک پنڈت صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ کرسیاں لگی ہوئی ہیں۔ وہاں جا کر سامنے کی کرسی پر میں بیٹھ گیا اور بائیں طرف دونوں کرسیوں پر والدہ صاحبہ اور ماموں صاحب بیٹھ گئے۔ والدہ صاحبہ نے بیٹھتے ہی رونا شروع کر دیا۔ اب پنڈت بولا۔ دیکھو عزیز تمھاری والدہ کتنی پریشان ہیں۔ تم اس خیال کو چھوڑ دو، واپس گھر جاؤ اور یہ بھی کہا کہ میں نے تو بڑے بڑے حافظوں کو ہندو کر لیا ہے۔ چلو میں تمھیں دکھاؤں۔ میں نے کہا، میں تو ان کی شکل تک نہیں دیکھنا چاہتا۔ پھر بولے کہ مجھے دو گھنٹہ روزانہ ایک ہفتہ وقت دو، میں تمھیں سمجھاؤں۔ الحمد للہ میں نے جواب دیا کہ آپ مجھے ایک ہفتہ ٹائم کہتے ہیں، اگر سو سال بھی ٹائم لو تو ان شاء اللہ یہاں رتی بھر بھی اثر نہیں ہو سکتا۔ جو دن رات اسلام کے نور سے کھیلتا ہو اور نئے نئے عجائبات دیکھتا ہو وہ کیسے معاذ اللہ کفر کو پسند کرے گا۔ پھر پنڈت صاحب مجھے علیحدہ کمرے میں لے گئے، کہنے لگے: اگر روپے پیسے کی ضرورت ہو تو بتاؤ، اگر شادی کی ضرورت ہے تو ہم شادی کرا دیتے ہیں۔ الحمد للہ! میں

نے جواب دیا: اگر روپے پیسے کی خواہش ہوتی تو اپنا گھر نہ چھوڑتا، رہی شادی تو یہ میرے اپنے کہتے ہیں کہ جونسی لڑکی پسند کرو، ہم تمھیں لے دیں گے۔ ایک یہ خیال چھوڑ دو۔ جب پنڈت کو دونوں پھسلانے والے اور گمراہ حربوں کا الحمدللہ دوٹوک جواب دیا تو پھر وہ مجھے باہر لے آئے۔ میرے ماموں صاحب اور والدہ صاحبہ کو جواب دیا یہ لڑکا مجھ سے ٹھیک نہیں ہوسکتا۔ اس حربہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے ثابت قدم رکھا۔ اب میری والدہ، ماموں اور میں اس مکان سے باہر آ گئے۔ جب وہ یہاں سے مایوس ہو گئے تو میری والدہ صاحبہ نے کہا: یہ جو گھڑی تم نے ہاتھ میں باندھی ہوئی ہے چونکہ تم یہ گھر سے لائے ہو، یہ بھی مجھے اتار دو۔ میں نے فوراً اتار دی۔ دوسرا والدہ صاحب نے کہا: فلاں 7 مرلے کا پلاٹ جس کی رجسٹری تمھارے نام ہے، اشٹام فروش کے پاس جا کر اشٹام پر ماموں جان کے نام لکھ دو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ احاطہ بھی ماموں کو لکھ دیا۔ دل میں ذرا ملال نہیں بلکہ خوشی تھی اللہ تعالیٰ نے مجھے اور بہت کچھ دیا ہے اب اللہ تعالیٰ اور بہت کچھ دے گا۔ ان کی اس ناکامی کے بعد بھی والدہ محترمہ نے دور دراز علاقوں سے مجھے سمجھانے کے لیے رشتہ داروں کو اطلاع کر دی۔ پھر وہ بھی آئے اور مجھے واپس جانے کے لیے سمجھاتے رہے۔ جب بھی والدہ صاحبہ آئی اور مجھے فرمایا کہ آج تمھیں وہاں لے جانا ہے۔ میں کبھی والدہ کی بات کا انکار نہ کرتا۔ جہاں وہ فرماتیں میں چلا جاتا۔ ایک دن سب نے مل کر اسکیم سوچی کہ اس کے بھائی کو بلائیں۔ ہم دو بھائی تھے۔ وہ مجھ سے بڑے تھے، اور مجھ سے زیادہ طاقتور اور جوان تھے۔ مار کٹائی میں بھی پروا نہ کرتے تھے۔ انھوں نے اس کو بھی بلا بھیجا اور باقی بھی تقریباً ساری برادری کو جمع کیا۔ میرے پاس والدہ صاحبہ کو بھیج دیا کہ وہ بلا لائیں۔ چنانچہ والدہ محترمہ میرے پاس پہنچ گئیں کہ تمھیں قلعہ گوجر سنگھ بلایا ہے میں چونکہ والدہ صاحبہ کی بات اور دل شکنی نہیں کرنا چاہتا تھا اور نہ ہی مجھے الحمدللہ ڈر تھا کہ ان کا کوئی حربہ میرے نظریے کے خلاف کارگر ثابت ہوسکتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے حسب

پروگرام بھائی صاحب اور ساری برادری کو جمع کیا، اتنے میں والدہ صاحبہ بھی وہاں پہنچ گئیں۔

ہاں محترم بزرگوار حضرت مولانا داود غزنوی نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ میں قلعہ گوجر سنگھ میں اپنے گھر کے قریب جا رہا ہوں۔ والدہ صاحبہ آئی ہیں اور وہ کہتی ہیں کہ تمھیں کچھ رشتہ دار بلا رہے ہیں۔ محترم مولانا صاحب نے فرمایا کہ دیکھنا وہ تمھارے ساتھ کوئی زیادتی نہ کریں۔ میں نے عرض کیا کہ یہ نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ میں والدہ صاحبہ کے ساتھ چل دیا اور وہاں پہنچ گیا اور وہاں حسب پروگرام میرے حقیقی بڑے بھائی اور برادری کے دیگر لوگ جمع تھے۔ پہلے تو انھوں نے مجھے قلعہ گوجر سنگھ لاہور کے باہر چھوٹی سی باغیچی ہے، وہاں ٹھہرنے کو کہا۔ میں وہاں بیٹھ گیا۔ میرے بیٹھنے کے بعد ایک مسلمان شاہ صاحب آ گئے۔ مجھے کہنے لگے کہ تو نے یہ اچھا نہیں کیا۔ دیکھو تمھاری والدہ صاحبہ کتنی پریشان ہیں۔ وہ ابھی یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ میرے بھائی صاحب آ گئے اور دیکھتے ہی مجھے کہنے لگے: واہ مولوی صاحب! کفر کی حالت میں داڑھی منڈاتا تھا اب جو مسجد میں گیا تو داڑھی رکھ لی۔ (تقریباً 7-8 ماہ مسجد چینیانوالی میں گزارے جس میں محترم قاری فضل کریم صاحب سے عرصہ 5 ماہ قاعدے سے لے کر والناس تک قرآن مجید پڑھا، اور ختم کر لیا۔ محترم قاری سے یہ اجازت بھی مل گئی کہ اب تم پڑھا بھی سکتے ہو۔ باقی نماز اور نماز کا ترجمہ اور کچھ موقع محل کی ضروری دعائیں۔ مثلاً فرض نماز کے بعد کے وظائف، جنازہ کی دعائیں وغیرہ) ۔ آخر والدہ محترمہ کے کہنے پر میں قلعہ گوجر سنگھ پہنچا۔ دیکھا تو ماموں صاحب اور بھائی دونوں بیٹھے ہوئے ہیں اور برادری کے باقی لوگ ساتھ والی گلی میں اکٹھے ہوئے ہیں اور میرے آنے کے منتظر ہیں۔ میں ابھی بیٹھا ہی تھا کہ ماموں صاحب کہنے لگے کہ بیٹے تم نے تو مسلمان ہو کر ہماری ناک کاٹ دی۔ اس سے بہتر تھا کہ تم کوئی ڈاکہ ڈال لیتے، چوری کر لیتے یا کوئی اور جرم کر لیتے اور ہم تیری مدد کرتے لیکن

یہ جرم نہ کرتے۔ اب میں تمھیں کہتا ہوں کہ جو چاہو کھاؤ پیو، عیش کرو لیکن یہ کام یعنی اسلام چھوڑ دو۔ میں نے کہا ماموں صاحب اللہ تعالیٰ نے مجھے ہاتھ دیے ہیں، میں ان شاء اللہ کماؤں گا، مجھے اس عیش کی ضرورت نہیں۔ میرے بھائی صاحب کو مرگی کی بیماری تھی۔ کہنے لگے کہ دعا کر کہ میری یہ بیماری چلی جائے، میں بھی مسلمان ہو جاؤں گا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ ان شاء اللہ جس رب العزت نے مجھ پر اسلام جیسا عظیم انعام فرمایا ہے۔ وہ ان شاء اللہ میری عزت بھی رکھے گا۔ یقین اتنا پختہ تھا کہ ایک دفعہ مجھ سے وعدہ لے لیتے، جونہی سر دربارِ الٰہی میں رکھتا تو خالی نہ لوٹتا۔ لیکن پھر وہ بدل گئے اور اپنے وعدے پر قائم نہ رہے۔۔ پھر وہ مجھے وہاں لے گئے جہاں تمام برادری جمع تھی۔ یہ بھی ایک امتحان تھا۔ برادری ساری جمع ہے، سب مجھے سمجھا رہے ہیں اور مجھے مجبور کر رہے ہیں اور ماموں صاحب لالچ بھی دے چکے تھے۔ ایک طرف برادری سمجھا رہی ہے اور ساتھ ہی والدہ صاحبہ رو رہی ہیں۔ میرے بڑے بھائی جو برادری میں سب سے زیادہ جابر تھے اس نے ہاتھ جوڑ کر میرے پاؤں پر سر رکھ دیا اور کہتا ہے کہ: ''من اورب دا واسطہ ای اک ایہہ کم چھڈ دے'' الحمد للہ! میں ثابت قدم رہا اور کہا کہ میں یہ کام نہیں چھوڑوں گا۔ ادھر سے ایک مسلمان گزرتا ہے وہ بھی مجھ سے مذاق کرتا ہے، صرف میرے ماموں کو خوش کرنے کے لیے کیونکہ وہ بہت مالدار تھے۔ اکثر مسلمانوں کو قرضے دے رکھے تھے۔ اس کا میرے دل پر یہ اثر ہوا کہ میں نے سمجھا کہ یہ جاہل ہے اور خود اسلام سے بے بہرہ ہے۔ الحمد للہ! یہ اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی تھی ورنہ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ جس مذہب کو میں نے قبول کیا ہے، اس کے نام لیوا تو مجھے مذاق کر رہے ہیں۔ ان کا تو حق تھا کہ یہ ایسے نازک موقع پر میری مدد کرتے اور میری حوصلہ افزائی کرتے۔ دوسری طرف بار بار برادری مجبور کر رہی ہے اور سر پر بانہیں رکھے ہوئے ہے۔ جب مجھے بہت مجبور کیا گیا تو اللہ کی مہربانی سے میں نے ٹھوس جواب دے دیا کہ بھائی ایک دفعہ کہو، سو دفعہ کہو، میں یہ کام

نہیں چھوڑ سکتا۔ اتنا کہنا تھا کہ انھیں غصہ آ گیا۔ کہنے لگے: مجھے جانتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں جانتا ہوں۔ اب انھوں نے رول نکالا اور وہ اکثر اپنے پاس رول اور چاقو رکھا کرتے تھے اور لڑائی لینے میں بڑے ماہر تھے۔ لگے وہ مجھ پر برسانے۔ گتھم گتھا ہونے میں میرے کپڑے بھی پھٹ گئے۔ والدہ بے چاری یہ ماجرہ دیکھ کر سخت پریشان ہوئی اور ان کے دل کو کچھ ہو گیا کہ اتنی مار پڑ رہی ہے۔ اب برادری نے آگے آ کر بھائی کو پکڑ لیا اور مجھے چھوڑ دیا۔ اب میں آپ کو اس کی قدرت کا ایک کرشمہ بتاتا ہوں کہ ڈنڈے تو میرے جسم پر پڑ رہے ہیں اور دیکھنے والوں کو نظر بھی آ رہے ہیں لیکن خدا کی قسم مجھے کچھ پتا نہیں چلا کہ بید کسے پڑے ہیں، نہ کوئی دکھ نہ درد۔ سبحان اللہ! میرا ایمان اور زیادہ بڑھ گیا۔ چنانچہ وہاں سے نکلا اور قریب ہی ایک مسجد تھی وہاں چلا گیا۔ پھر جلدی سے وہاں سے نکل کھڑا ہوا کچھ اس خیال سے کہ کہیں ہندو مسلم فساد نہ اٹھ کھڑا ہو۔ لوگ مجھے دیکھیں اور طیش میں آئیں کہ ایک نومسلم کو ہندوؤں نے مارا ہے۔ کیونکہ سب مسلمان ایک سے نہیں ہوتے۔ کچھ اسلام پر جان قربان کرنا سعادت بھی سمجھتے ہیں۔ ہوا بھی تقریباً ایسے ہی۔ بعد میں مجھے پتا چلا کہ کچھ لوگ میرے پیچھے کپڑے لے کر دوڑے اور مجھے تلاش کرتے رہے، لیکن میں انھیں نہ ملا۔ مسجد میں تو میں چلا گیا لیکن کچھ مولانا سید داود غزنوی کی اس بات کی وجہ سے پشیمانی ہوئی کہ مولانا صاحب اگر میرے پھٹے ہوئے کپڑے دیکھیں گے تو مجھے شرمندہ کریں گے اور کہیں گے کہ میں نے کہا تھا کہ وہ تجھے کہیں گزند نہ پہنچائیں۔ دعا کی یا باری تعالیٰ مولانا صاحب سے بھی عزت رکھنا۔ الحمدللہ! ثم الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے عزت رکھی۔ اپنی مسجد پہنچنے پر مجھے کسی نے بھی نہ دیکھا۔ فوراً میں اپنے کمرے میں گیا اور دوسرے کپڑے بدل کر لڑکوں میں آ بیٹھا۔ اللہ تعالیٰ نے شرمندگی دلانے سے بھی میری عزت رکھ لی۔ صبح والدہ صاحبہ آئیں اور کہنے لگیں کہ مار دیکھ کر تو مجھے ساری رات نیند نہیں آئی۔ میں نے کہا کہ الحمدللہ! مجھے تو کوئی چوٹ نہیں آئی۔ سچ ہے کہ جب کوئی اللہ کا ہو جاتا ہے تو

اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔

کچھ اور ایمان افروز واقعات آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ یہ تمام واقعات میرے مسلمان ہونے کے بعد کے ہیں۔ مسلمان ہونے کے بعد ایک دفعہ والدہ صاحبہ کے پاس گیا تو انھوں نے مجھے غصہ میں آ کر بددعا دی کہ تو مسلمان ہو گیا ہے تجھے کوڑھ نکلنا ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ آخر ان کا دل دکھا ہے۔ انھوں نے بددعا دی ہے۔ میں نے کونسی اپنے رب کی نافرمانی کی ہے۔ مجھے یہ مان تھا کہ میرا مولا مجھے اس بددعا سے بچائے رکھے گا اور مان کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کے سوا کون سی ایسی ہستی ہے جس پر کما حقہ مان کیا جا سکتا ہے۔ خیر وقت گزرتا گیا، حتیٰ کہ پانچ چھ سال گزر گئے۔ میرے جسم پر موہکے نکلنے شروع ہو گئے اور ایسے نکلے کہ جسم کے کئی حصوں پر نکل آئے۔ اب تو مجھے فکر لاحق ہو گئی کہ ایک موہکا نہیں، چہ جائیکہ یکے بعد دیگرے کتنی تعداد میں موہکے نکل آئے ہیں۔ میں نے ایک ڈاکٹر صاحب سے دوائی بھی لی۔ ایک دو دن کھائی لیکن کوئی اثر نہ ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی۔ ایک دن مسجد میں بیٹھ گیا اور دل کھول کر دعا کی۔ یقین اتنا تھا کہ ان شاء اللہ ابھی قبول ہو جائے گی۔

اب میں آپ کو سناتا ہوں کہ میں نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا یا باری تعالیٰ میرا ایمان ہے کہ تو بھی سچا ہے، تیرا رسولؐ بھی سچا ہے۔ تیری کتاب بھی سچی ہے۔ تیرا دین بھی سچا ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ ایک بیماری ہے لیکن میرے مولیٰ میری والدہ نے مجھے بددعا دی تھی کہ تجھے کوڑھ نکلنا ہے۔ یا باری تعالیٰ مجھے میری والدہ سے شرمندہ نہ کرنا۔ اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ دوسرے دن ہی موہکے سکڑنے شروع ہو گئے اور تیسرے چوتھے روز سارے جسم سے جھڑ گئے۔ الحمد للہ، الحمد للہ، ثم الحمد للہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وصیت نامہ

عزیزم عبدالسلام صاحب، عزیزم عبداللطیف صاحب، عزیزم عبدالستار صاحب، عزیزم عبدالجبار صاحب، عزیزم عبدالحمید صاحب، عزیزم عبدالرشید صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

دین اسلام اللہ تعالیٰ کا دین ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی حکم قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہمیں احادیث سے ملے ہیں۔ ان پر ایمان محکم، عمل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں قیامت والے دن حساب دینے سے ڈرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ڈر اپنے اوپر غالب رکھیں۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کسی کو دوست نہ سمجھیں اور ہر پریشانی کو دور کرنے کے لیے درخواست اللہ تعالیٰ کی بارہ گاہ عالی میں پیش کریں۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے قطعاً کوئی امید نہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی غیر سے کوئی بھی امید رکھنا شرک ہے۔ شرک اور بدعت سے مکمل اجتناب کریں۔ چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی ضرورت پوری کرنے کی درخواست بصورت دعا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے کریں۔ اور اس پر کاربند ہونے میں نجات ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی کسی کی مشکل حل نہیں کرسکتا۔ سب بھائی آپس میں اتفاق رکھیں۔ اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جائے تو اسے معاف کریں۔ عزیزم محمد ریاض صاحب بن صوفی احمد دین صاحب کو اپنا ساتواں بھائی سمجھیں۔ تقریباً بیس سال میں وہ ہر ماہ کم از کم دو ہزار روپے ماہانہ وہ میری خدمت کر رہے ہیں۔ ان کے پاس آنا جانا قائم رکھیں۔ خالی نہ

جائیں، کوئی نہ کوئی چیز بچوں کے لیے لے کر جایا کریں، سخت تاکید ہے۔ اپنی بہنوں کے ساتھ پورا پورا ساتھ رکھیں۔ ہر شادی غمی میں ان کا ساتھ دیں۔ رشتہ داریاں آپس میں کریں۔ غریبی امیری نہ دیکھیں۔ علمائے کرام سے پوچھ کر ان کا حصہ میری جائیداد میں پورا دیں، خواہ وہ انکار ہی کیوں نہ کریں۔ آپ سب کو نمازوں کی باجماعت پڑھنے کی سخت تاکید ہے اور اپنی اپنی اولاد کو دین کی تعلیم اور نماز پڑھنے کی پوری پوری تاکید کرتے رہا کریں۔ اپنے اپنے مکان مسجد اہل حدیث کے قریب بنائیں، دوسری مسجدوں کے قریب ہرگز ہرگز مکان نہ بنائیں۔ اور اگر کرایہ پر بھی لینا پڑے تو بھی مسجد اہل حدیث کے قریب لیں۔ اس میں ہرگز کوتاہی نہ کریں۔ رشتہ لینے اور دینے کے لیے صرف اہل حدیث کا انتخاب کریں۔ اہل حدیث کے سوا نہ کسی سے رشتہ لیں اور نہ دیں۔ حرام سے بچیں حلال کمائی کریں۔ اس وصیت میں ہرگز کوتاہی نہ کریں۔

عبدالواحد عفی عنہ

مصنف کے نام ڈاکٹر صاحب کا مکتوب گرامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیزم سلفی صاحبا سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج شریف

آپکی بچی کی بہت بہت مبارکباد ہو۔ اللہ تعالیٰ نیک کرے۔

صحت مند اور والدین کے لئے باعث رحمت بنائے۔

نیز آپ آج قرآنی آیات کے عدد لیتے جائیں۔

اور خادم مسجد محمد ابراہیم کو دے دیں۔

تالی رفیع محمد اسحاق صاحب کو ایک عدد غنیۃ الطالبین

مترجم دے دیں۔ اسکی قیمت

میں ان شاء اللہ خود ادا کروں گا۔

فقط والسلام

ڈاکٹر عبدالواحد غفرلہ

27-1-2004

ڈاکٹر صاحب کے نام مفتی عبیدالہ عفیف کا خط

فضیلۃ الشیخ جناب گرامی قدر ڈاکٹر صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف بخیر۔

یاد فرمائی کا تہ دل سے شکریہ کہ

مجھ جیسے خمول الذکر اور معاشرۃ (وہ باہمی میل جول) سے اناڑی شخص کو آپ ایسے برگزیدہ اور سنجیدہ فکر اعیان جماعت بڑی غفلتوں کے باوصف یاد رکھتے ہیں یہ یقیناً آپ کی محض شفقت اور اخوۃ فی اللہ کی دلیل ہے۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

بہت خوش ہوا دل حالی سے مل کر۔ ابھی لوگ ہیں کچھ باقی جہاں میں۔

والحمد للہ علی ذالک۔

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں کسی تکلف سے کام نہیں لے رہا۔ واللہ بھائی محمد یونس صاحب سے آپ کا پیام سلام سن کر خوشی ہی اتنی ہوئی کہ یہ چند حروف لکھنے پر اپنے آپ کو مجبور پایا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کا یہ عمل آپ کے لئے توشۂ آخرت ثابت ہوگا۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

اگر اللہ تعالیٰ نے یاوری فرمائی تو عنقریب بہرے ملاقات حاضر ہونگا۔

والسلام مع الاکرام لغایۃ الحب والاحترام۔

محمد [illegible] خان

چند مسنون دعائیں

سوتے وقت کی دعا:

دائیں کروٹ پر لیٹ کر یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی. (مسلم :2711)

اے اللہ، میں تیرے ہی نام سے مرتا ہوں اور تیرے ہی نام سے زندہ ہوتا ہوں۔

بیدار ہوتے وقت کی دعا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ (بخاری)

ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔

بیت الخلاء میں داخل ہونے کی دعا

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ (بخاری)

اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اے اللہ میں خبیثوں اور خبیثنیوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

بیت الخلاء سے نکلتے وقت کی دعا:

غُفْرَانَكَ (ابو داود)

اے اللہ! میں تیری بخشش چاہتا ہوں۔

گھر سے نکلنے کی دعا:

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ.

شروع اللہ کے نام سے اور اللہ پر ہی میں بھروسہ کرتا ہوں اور اللہ کی توفیق کے بغیر میں نہ نیکی کر سکتا اور نہ برائی سے بچ سکتا ہوں۔

مسجد میں داخل ہونے کی دعا:

دایاں پاؤں اندر رکھے اور یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ (مشکوٰۃ)

اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

مسجد سے نکلنے کی دعا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مسجد سے باہر نکلتے تو بایاں پاؤں پہلے باہر رکھتے پھر دایاں اور یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ (مسلم حدیث:713)

اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔

اذان کے بعد درود شریف پڑھنے کا ثواب:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس طرح مؤذن کہے تو تم بھی اسی طرح کہتے جاؤ۔ جب وہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہے تو تم اس کے جواب میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھا کرو۔ (مشکوٰۃ)

جس نے صدق دل سے یہ عمل کیا وہ جنت میں جائے گا۔

دوسری حدیث:

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم اذان سنو تو اسی طرح جواب دیا کرو۔ پھر مجھ پر درود پڑھو، جو مجھ پر ایک دفعہ درود شریف پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل کرتا ہے (مشکوٰۃ)

درود شریف یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔

ترجمہ: اللہ! تو رحمت بھیج محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آل محمدؐ پر جس طرح تو نے رحمت بھیجی ابراہیم علیہ السلام پر اور ابراہیم کی آل پر۔ بے شک تو تمام تعریفوں کے لائق بزرگی والا ہے۔ یا اللہ! برکت بھیج محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آل محمدؐ پر جس طرح تو نے برکت بھیجی ابراہیم علیہ السلام پر اور ابراہیم کی آل پر، بے شک تو تعریف کے لائق بزرگی والا ہے۔

اذان کے بعد پڑھنے والی دعا

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَانِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ (بخاری)

اے اللہ! اس مکمل اعلان کے مالک اور اس قائم ہونے والی نماز کے مالک تو ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فضیلت میں اور بڑھا اور آپ

ﷺ کو وسیلہ عطا کر اور آپ کو مقام محمود میں جانے کی اجازت اور سعادت نصیب فرما جس کا تو نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا ہے۔

کھانے کے آداب:

کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئیں۔

کھانا شروع کرتے وقت بِسْمِ اللّٰہ پڑھیں۔

اگر شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ بھول جائیں تو یاد آنے پر بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَ اٰخِرَهٗ پڑھیں۔

کھانا دائیں ہاتھ سے اور اپنے سامنے سے کھائیں۔

دودھ پینے وقت یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ (ترمذي: 3455)

الٰہی! ہمارے لیے اس میں برکت فرما اور ہمیں مزید عطا فرما۔

کھانے سے فارغ ہونے پر یہ دعا پڑھیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا۔

میزبان کے لیے دعا:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْلَهُمْ وَارْحَمْهُمْ

(مسلم: 2042)

اے اللہ! ان کو جو تو نے عطا فرمایا ہے، اس میں برکت دے، انھیں معاف فرما اور ان پر رحم کر۔

ادائیگی قرض کی دعا:

اگر کوئی آدمی قرض کے بوجھ تلے دب گیا ہو اور اس کی ادائیگی کی کوئی سبیل بھی نظر نہ آتی ہو تو ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھے اللہ تعالیٰ قرض ادا کرنے کے اسباب پیدا فرمادے گا اگرچہ پہاڑ کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَ اَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ. (الترمذی)

اے اللہ! مجھے حلال رزق عطا فرما جو میرے لیے کافی ہو اور حرام سے بچا اور اپنے فضل ورحمت سے مجھے اپنے ماسوا سے مستغنی کردے۔

اچھا سلوک کرنے والے کو دعا:

جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا (ترمذی)

اللہ تعالیٰ تجھے اچھا بدلہ دے۔

غصہ آئے تو پڑھے:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (بخاری)

میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

نیا چاند دیکھنے کی دعا:

اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَ رَبُّكَ اللّٰهُ ۔(ترمذی)

اے اللہ! اس ہلال نو کو ہم پر امن، ایمان اور سلامتی و اسلام کے ساتھ طلوع فرما۔(اے چاند!) میرا اور آپ کا رب اللہ ہے۔

دشمن کے خوف کی دعا:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ

(ابو داود)

اے اللہ! ہم تجھے ان کے مقابلے میں کرتے ہیں، اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔

سید الاستغفار کی فضیلت:

شداد بن اوس بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے پورے یقین کے ساتھ اس (سید الاستغفار) کو دن کے وقت پڑھا اور شام سے پہلے مر گیا تو وہ جنت والوں میں سے ہے اور جس نے رات کو یقین سے پڑھا اور صبح ہونے سے پہلے پہلے مر گیا تو وہ اہل جنت میں سے ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰــہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔ (بخاری، کتاب الدعوات)

اے اللہ تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو نے ہی مجھے پیدا فرمایا اور میں تیرا بندہ ہوں۔ میں بقدر استطاعت تیرے عہد اور وعدہ پر قائم ہوں۔ میں پناہ مانگتا ہوں اس برائی سے جو میں نے کی۔ میں اقرار کرتا ہوں تیری ان نعمتوں کا جو تو نے مجھ پر کیں۔ پس میرے تمام گناہ معاف فرما دے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا۔

مجلس کے گناہوں کا کفارہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی مجلس میں بیٹھے اور دورانِ مجلس اس سے بہت سی فضول گفتگو ہو جائے، اب اگر وہ مجلس کے اختتام پر یہ دعاء پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس مجلس کے گناہ بخش دیتے ہیں:

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ (صحيح الترمذی)

اے اللہ! میں (ہر قسم کے عیوب و نقائص سے) تیری تقدیس کرتا ہوں اور تیری حمد وثناء بیان کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیری بارگاہ میں اپنے گناہوں سے تائب ہوتا ہوں۔

پریشانیوں سے نجات کی دعا:

پریشان حال آدمی صبح اور شام اس دعا کو معمول بنائے، اللہ تعالیٰ تمام معاملات درست کر دے گا۔

يَاحَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ اَصْلِحْ لِيْ شَاْنِيْ كُلَّهٗ وَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ (الترغيب 654)

اے زندہ اور قائم رہنے والے، میں تیری رحمت کے ساتھ مدد مانگتا ہوں۔ میرے تمام کام درست کر دے اور مجھے ایک لحہ کے لیے بھی میرے نفس کے سپرد نہ کر۔

نماز کی اہمیت وفضیلت:

نماز دین کا اہم ترین رکن ہے، جس کا انکار کفر اور ترک کبیرہ گناہ ہے۔ یہی نماز

آدمی اور کفر و شرک کے درمیان رکاوٹ ہے۔ نماز پڑھنا پریشانیوں سے نجات اور اطمینانِ قلب کا سبب ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جتنی تاکید نماز کی ادائیگی فرمائی ہے اتنی کسی اور کام کی نہیں، حتیٰ کہ فرمایا کہ سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز کا عادی بناؤ اور دس سال کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر انھیں سزا دو۔ خود محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا اہتمام کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض الموت میں بھی نماز کی ادائیگی کی فکر میں رہے حتیٰ کہ آخری وقت آپ فرمارہے تھے:

اَلصَّلٰوۃُ اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ

لوگو! نماز کی پابندی کرنا اور اپنے لونڈی غلاموں سے حسن سلوک کرنا۔

نماز کا فریضہ حالت جنگ میں بھی اللہ تعالیٰ نے معاف نہیں فرمایا۔ قیامت کے دن سب سے پہلے حقوق اللہ میں سے نماز ہی کا سوال ہوگا۔

غسل جنابت کا طریقہ:

جب آدمی حق زوجیت کی ادائیگی کے لیے اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے یا رات سوتے میں محتلم ہو جاتا ہے تو اس پر غسل فرض ہو جاتا ہے۔ حالتِ جنابت میں بندہ نہ تو قرآن کو چھو سکتا ہے اور نہ نماز ادا کر سکتا ہے، اور نہ ہی ایسی حالت میں مسجد سے گزر سکتا ہے۔ غسل کرنے کا طریقہ یہ ہے:

آدمی جب نیند سے بیدار ہو تو سب سے پہلے اپنے ہاتھ دھوئے کیونکہ معلوم نہیں کہ نیند کی حالت میں اس کے ہاتھ کہاں کہاں لگ چکے ہیں۔ غسل کرنے کے لیے سب سے پہلے مقام استنجا کو بائیں ہاتھ سے دھوئے اور دائیں ہاتھ سے اس پر پانی ڈالے، پھر وضو کرے لیکن پاؤں نہ دھوئے۔ سر پر پانی ڈال کر بالوں کا خلال کرے۔ اور پھر سارے بدن پر پانی بہا کر اچھی طرح نہائے۔ غسلِ خانہ سے باہر نکل کر پاؤں دھولے۔ غسل اور وضو دونوں مکمل ہیں۔ دوران غسل اگر شرم گاہ کو ہاتھ نہیں لگا تو آدمی

اس وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے اور قرآن مجید کی تلاوت کر سکتا ہے۔

دوران غسل خواتین سر کے بال، اگر مینڈھیاں کی ہوں، نہ بھی کھولیں تو درست ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: حضرت! غسل جنابت میں کیا میں اپنے سر کو کھول لیا کروں جب کہ میں بالوں کو خوب مضبوطی سے گوندھنے کی عادی ہوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں، تیرے لیے یہی کافی ہے کہ تین چلو (لپ) بھر کر اپنے سر پر ڈالو اور پھر اوپر پانی بہا لو تو تم پاک ہو جاؤ گی (مسلم، کتاب الحیض)

یاد رہے کہ غسل جنابت جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے پر نہیں کیا جائے گا پاکی حاصل نہ ہوگی چاہے جتنے مرضی صابن اور شیمپو استعمال کرے اور دریاؤں اور سمندروں میں نہاتا پھرے۔

وضو کا طریقہ اور دعائیں:

پہلے مسواک کرے۔ مسواک گو فرض نہیں لیکن اس کے فوائد بہت زیادہ ہیں مثلاً مسواک منہ کو صاف کرتی ہے، دانتوں کو چمک دار بناتی ہے، معدے کو تقویت دیتی ہے، گندے مواد بلغم وغیرہ کو دفع کرتی ہے اور آنکھوں کی بینائی کو تیز کرتی ہے۔ مسواک تمام انبیاء کی سنت اور رب کی رضا کا ذریعہ ہے۔ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے اس کا درجہ ستر گنا بڑھ جاتا ہے (مشکوۃ)۔

- وضو شروع کرتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھیں۔ (مسند احمد)
- پھر دونوں ہاتھ کلائیوں تک دھوئیں (بخاری، کتاب الوضوء)
- ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال کریں (ابوداود، کتاب الطہارۃ)
- ایک چلو پانی لیں، آدھے سے کلی کریں اور آدھا ناک میں ڈالیں (بخاری، کتاب الوضوء)

- منہ اور ناک کے لیے الگ الگ پانی بھی لیا جا سکتا ہے (التاریخ الکبیر)
- ناک میں پانی ڈالتے وقت مبالغہ کریں، یعنی پانی اوپر تک چڑھائیں۔ روزہ کی صورت میں مبالغہ نہ کریں۔ (ابو داود، کتاب الطھارۃ)
- ناک کو (بائیں) ہاتھ سے تین مرتبہ جھاڑیں (اور صاف کریں) (بخاری، کتاب الوضوء)
- پھر تین مرتبہ چہرہ دھوئیں۔
- باریش آدمی ایک چلو پانی لے کر تھوڑی کے نیچے داڑھی میں داخل کرے اور خلال کرے۔ (بخاری، کتاب الوضوء)
- دایاں ہاتھ کہنی سمیت دھوئیں، پھر بائیں ہاتھ کہنی سمیت دھوئیں۔ (بخاری، کتاب الوضوء)
- پھر سر کا مسح کریں اس طرح کہ دونوں ہاتھ پانی سے تر کر کے سر کے اگلے حصے پر رکھیں اور گدی تک لے جائیں، پھر پیچھے سے آگے اسی جگہ لے آئیں جہاں سے شروع کیا تھا۔ (بخاری، کتاب الطھارۃ)
- اپنی شہادت کی انگلیاں دونوں کانوں کے سوراخوں میں ڈال کر (کانوں میں بنے ہوئے راستوں میں گھمائیں، جب آخر تک پہنچ جائیں) تو کانوں کی پشت پر انگوٹھوں کے ساتھ مسح کر لیں۔ (نسائی، کتاب الطھارۃ)
- پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئیں (بخاری، کتاب الوضوء)
- بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے پاؤں کی انگلیوں کے درمیان خلال کریں۔ (ابو داود، کتاب الطھارۃ)

ایڑیاں وغیرہ اچھی طرح دھونی چاہئیں۔ وضو سے فارغ ہو کر شرم گاہ پر چھینٹا ماریں (مشکوٰۃ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی وضوء کے بعد یہ دعا پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ

اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیتا ہے:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ (مسلم:الطهارة)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ

اے اللہ! تو مجھے توبہ کرنے والوں سے کر اور پاک رہنے والوں میں بنا۔

تیمّم کا طریقہ:

جب پانی نہ ملے یا کسی مرض کی وجہ سے پانی کا استعمال نقصان دہ ہو تو پھر تیمّم کرنا جائز ہے۔ تیمّم کا طریقہ یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ کر پاک مٹی پر دونوں ہاتھ ماریں، ہاتھوں پر پھونک مار کر پہلے منہ پر پھیریں اور پھر دائیں ہاتھ کے ساتھ بائیں ہاتھ کی پشت پر اور بائیں کے ساتھ دائیں ہاتھ کی پشت پر مسح کریں۔ یا پہلے دونوں ہاتھوں کا مسح کریں اور پھر منہ پر پھیریں یہ طریقہ بھی ٹھیک ہے۔ (بخاری، کتاب التیمم)

اگر جنبی مرد یا عورت بیمار یا زخمی ہے اور مجبوری کی وجہ سے پانی استعمال نہیں کر سکتا تو اس صورت میں بھی تیمّم کرنا جائز ہے۔ مجبوری کی اس حالت میں تیمّم وضو اور غسل دونوں کے قائم مقام ہو جائے گا۔ تیمّم کرنے کے بعد کسی شک یا تردد کا شکار نہ ہوں اس لیے کہ یہ رخصت باری تعالیٰ کی عطا کردہ ہے۔

شرائط نماز:

نماز کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ہیں:

(1) قبلہ رخ منہ کرنا (2) مرد کا ستر نصف پنڈلی سے ناف تک ہے۔ کندھوں کا ڈھکا ہوا ہونا نماز میں ضروری ہے۔ مرد حضرات اپنی چادر، تہبند وغیرہ ٹخنوں سے اوپر رکھیں۔ (3) عورت اپنا جسم مکمل طور پر ڈھانپے، سر پر اوڑھنی لے (4) طہارت یعنی حدث اکبر اور اصغر سے پاک ہو۔ نیز کپڑے اور جگہ کا پاک وصاف ہونا بھی ضروری ہے۔ (5) نماز اپنے اوقات میں ادا کرے (6) نیت کرے۔ دل میں نماز کے نفل یا فرض، منفرد یا باجماعت کا خیال جمائے۔ زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں۔

ملحوظ: باجماعت نماز ادا کرتے ہوئے صفیں سیدھی اور ملی ہوئی ہوں۔ ارکان نماز کی آدائیگی میں امام کے پیچھے پیچھے چلنا چاہیے۔ نیز نہایت اطمینان کے ساتھ نماز ادا کرنی چاہیے۔

نماز پڑھنے کا بیان

تکبیر تحریمہ:

نبی کریم ﷺ نماز شروع کرتے وقت اللہ اکبر کہتے: (ابن ماجہ) اور دونوں ہاتھوں کو کندھوں یا کانوں کی لو کے برابر اٹھاتے (بخاری) (کانوں کو پکڑنے سے گریز کرنا چاہیے)

ہاتھ باندھنا:

اللہ اکبر کہہ کر رفع الیدین کرکے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لے (صحیح ابن خزیمہ، مسند احمد) دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی یا کلائی اور ساعد پر رکھے۔ (ابوداود)

دعائے استفتاح:

اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَ بَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ. (بخاری ، کتاب الصلوٰۃ)

اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دوری ڈال دے جتنی کہ مشرق ومغرب میں دوری ہے۔ اے اللہ! مجھے گناہوں سے ایسے صاف کر دے جیسے سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو برف اور اولوں کے پانی سے دھودے۔

دوسری دعا

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ (مسلم ، کتاب الصلوٰۃ)

اے اللہ! میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں، تیری حمد کے ساتھ۔ بہت بابرکت ہے تیرا نام اور بلند ہے تیری شان اور تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔

تعوذ:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ (ابوداود، کتاب الصلوٰۃ)

میں اللہ سننے والے جاننے والے کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود سے، اس کی پھونک، اس کے تھوک اور اس کے وسوسے سے۔

سورۃ الفاتحہ:

پھر سورۃ الفاتحہ پڑھے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ سورۃ الفاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی نیز اسی سورۃ الفاتحہ میں انسان اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہے (بخاری ومسلم)

سورۃ الفاتحۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○﴾ (آمین)

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو پالنے والا ہے سارے جہانوں کا، نہایت رحم کرنے والا، مہربان ہے۔ مالک ہے جزا کے دن کا۔ ہم تیری ہی خاص عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی خاص مدد مانگتے ہیں۔ دکھا ہم کو سیدھا راستہ، راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام کیا، نہ ان لوگوں کا جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہ لوگوں کا (یا اللہ دعا قبول فرما)۔

مسئلہ:

جہری نمازوں میں سورۃ الفاتحہ کی قراءت کے اختتام پر امام اور مقتدی سب بلند آواز سے آمین کہیں (بخاری)۔

قراءت:

انفرادی یا سری نمازوں میں فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ کے بعد

قرآن مجید کا کچھ حصہ پڑھنا مسنون ہے لیکن باجماعت نماز جہری قراءت والی میں مقتدی صرف سورۃ الفاتحہ پر اکتفا کرے، امام کوئی دوسری سورت ساتھ ملائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ○ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ○ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ○ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ○ لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَلِیَ دِیْنِ﴾

اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! آپ ان کافروں سے کہہ دیجیے کہ جس کی تم عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرتا۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ میں بھی ان کی عبادت کرنے والا نہیں ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تمھارے لیے تمھارا دین اور میرے لیے میرا دین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ○ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾

کہہ دے اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد۔ اور اس کی برابری کرنے والا بھی کوئی نہیں۔

یہ دونوں یا کوئی ایک سورت یا جہاں سے قرآن مجید یاد ہو پڑھا جا سکتا ہے۔ یہ دونوں سورتیں اس لیے لکھی ہیں کہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں اکثر پڑھا کرتے تھے۔ ان کی خوبی یہ ہے کہ پہلی سورت میں شرک سے انکار اور دوسری میں توحید کا اقرار ہے۔

رکوع کا طریقہ اور دعا

جب قراءت سے فارغ ہو جائیں تو رکوع کریں اور جب رکوع میں جائیں تو اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر دونوں ہاتھوں سے دونوں گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑیں۔ پیٹھ، کمر اور سر تینوں ایک سیدھ میں رکھیں۔ رکوع میں یہ تسبیح پڑھیں:

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ (جامع الترمذي، كتاب الصلوٰة)

پاک ہے میرا رب عظمت والا۔

نوٹ جو رکوع میں جاتے اور رکوع سے سیدھے ہوتے ہوئے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھانا

دوسری دعا:

سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ (مسلم: 487)

(الٰہی تو) نہایت پاک اور قدوس ہے، فرشتوں اور روح الامین (جبریلؑ) کا پروردگار۔

تیسری دعا:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ (بخاری: 794 مسلم: 484)

اے اللہ! تو پاک ہے، اپنی حمد کے ساتھ۔ یا اللہ مجھے معاف کردے۔

ان میں سے کوئی ایک دعا بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

رکوع کے بعد کی دعائیں:

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ (بخاری مع الفتح 364/2)

سن لی اللہ تعالیٰ نے اس کی بات جس نے اس کی تعریف کی۔ تمام تعریفیں

اے اللہ! رحمت بھیج محمد ﷺ پر اور آلِ محمدؐ پر جس طرح تو نے رحمت بھیجی ابراہیم علیہ السلام پر اور ابراہیم کی آل پر۔ بے شک تو تمام تعریفوں کے لائق بزرگی والا ہے۔ یا اللہ! برکت بھیج محمد ﷺ پر اور آل محمدؐ پر جس طرح تو نے برکت بھیجی ابراہیم علیہ السلام پر اور ابراہیم کی آل پر، بے شک تو تعریف کے لائق بزرگی والا ہے۔

سلام سے پہلے کی دعائیں

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ .(بخاری حدیث:832)

یا اللہ! قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں، میں پناہ چاہتا ہوں مسیح دجال کے فتنے سے، میں پناہ چاہتا ہوں زندگی اور موت کے فتنے سے۔ یا اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں گناہ اور قرض سے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِىْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِىْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (بخاری حدیث:834)

اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے اور گناہوں کو بخشنے والا تیرے سوا کوئی نہیں ہے۔ لہٰذا تو اپنی خاص مغفرت سے میرے گناہ بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، بے شک تو ہی بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

سلام پھیرنے کا طریقہ

اب سلام یوں پھیریں۔ پہلے دائیں طرف چہرے کو ممکن حد پھیریں اور اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کہیں پھر بائیں طرف چہرے کو پھیر کر اَلسَّلَامُ

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کہیں۔

نماز کے بعد کے اذکار

جب نماز کا سلام پھر جائے تو ایک بار بلند آواز سے کہیں: اَللّٰهُ اَكْبَرُ پھر تین بار کہیں: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ

2- اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (مسلم حدیث: 591)

یا اللہ! تو سلامتی والا ہے اور سلامتی تجھ ہی سے ہے۔ اے اللہ! تو برکت، جلالت اور بزرگی والا ہے۔

3- رَبِّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ (صحیح ابوداود باب في الاستغفار)

4- لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔ (بخاری، کتاب الاذان :844)

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا ملک ہے اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اے اللہ جس کو تو دے، اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس کے لیے تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں۔ اور کسی شان والے کو اس کی شان تجھ سے فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

4- جو شخص نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھتا ہے، اس کے اور جنت کے درمیان صرف موت حائل ہے۔ یعنی جیسے ہی موت آئے گی وہ سیدھا جنت میں چلا جائے گا۔ (عمل الیوم واللیلة للنسائی :100)

آیۃ الکرسی:

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ﴾ (البقرۃ:255)

اللہ (وہ معبود برحق ہے کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ زندہ ہے، ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے؟ جو کچھ لوگوں کے روبرو ہو رہا ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہو چکا ہے وہ اسے جانتا ہے اور وہ (لوگ) اس کے علم میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے۔ ہاں جس قدر وہ چاہتا ہے (اس قدر معلوم کروا دیتا ہے) اس کی کرسی آسمانوں اور زمین پر حاوی ہے۔ اور اسے ان کی حفاظت کچھ بھی دشوار نہیں۔ وہ بڑا عالی اور جلیل القدر ہے۔

5- 33 مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ، 33 مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ 33 مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ

(ابو داود:6550 ترمذی:3412)

مصنف کی دیگر تصانیف
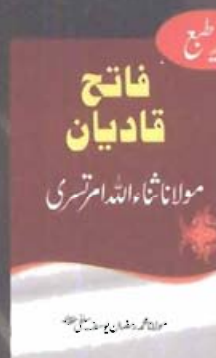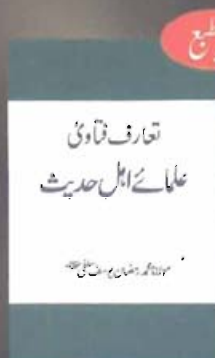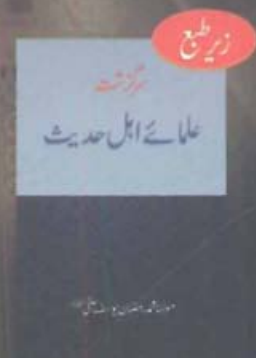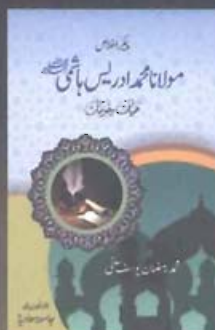
منجانب

صاحبزادہ محمد ابوبکر ◉ صاحبزادہ عبداللہ سلفی

فیصل آباد